احسن المقال
فی کراھیۃ صیام ستۃ شوال
(شوال کے چھ روزوں کے مکروہ ہونے کی تحقیق)
تصنیف
محمد زرولی خان عفا اللہ تعالیٰ عنہ
مؤسس ورئیس الجامعۃ العربیہ احسن العلوم
وخادم الحدیث والافتاء وامام وخطیب بالمسجد الجامع الاحسن
متصل گلشن اقبال رقم نمبر ۲ کراچی پاکستان
شائع کردہ: شعبہ نشر واشاعت
جامعہ عربیہ احسن العلوم
گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی پوسٹ بکس نمبر: 17656
ٹیلیفون نمبر: 4818210

احسن المقال

فی کراھیۃ صیام ستۃ شوال

(شوال کے چھ روزوں کے مکروہ ہونے کی تحقیق)

تصنیف

محمد زرولی خان عفا اللہ تعالیٰ عنہ

موسس ورئیس الجامعۃ العربیۃ احسن العلوم

وخادم الحدیث والافتاء بھا والخطیب بالمسجد الجامع الاحسن

گلشن اقبال رقم نمبر ۲ کراتشی باکستان

شائع کردہ: شعبۂ نشرواشاعت

جامعہ عربیہ احسن العلوم

گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی بکس نمبر ۱۷۶۵۶

طباعت اوّل.............۱۴۲۱ھ

طباعت دوم.............۱۴۲۳ھ

تعداد ....ایک ہزار

شائع کردہ: شعبۂ نشرواشاعت

جامعہ عربیہ احسن العلوم

گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی بکس نمبر ۱۷۶۵۶

فہرست احسن المقال

☆☆☆☆☆..........☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

"احسن المقال"

الحمدللّٰہ رب العالمین وصلی اللہ وسلم علی رسولہ الکریم ونبیہ الامین وعلی آلہ واصحابہ افضل الخلائق بعد النبین ومن بھدیھم اقتدیٰ وبآثارھم اقتفی من المفسرین والمحدثین وفقھاء الذین. اما بعد!

علماء امتِ محمدیہ جو دین اسلام کے راہنمایان اور آنحضرت ﷺ اور حضرات انبیاء کے وارثین اور جانشین ہیں اُن کے مناصبِ شریفہ میں سے اہم اور مہم منصب احقاقِ حق اور ابطالِ باطل ہے اور اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے انہیں ہمہ زندگی حدودِ شرع کا تحفظ اور اس کا دفاع کرنا پڑتا ہے۔ اِن العلماء ورثة الانبیاء کا منصب ملنے کے بعد لا یخافون فی اللہ لومة لائم کے افتخار کے ساتھ وہ یہ فرائض منصبی ادا فرماتے ہیں۔ اس آفاقی دین اور گھمگیر شرائع کا خلاصہ دو اساسی مرحلوں میں سامنے آتا ہے عقیدہ کے لئے

توحید جس کے لئے ہر قسم کے شرک کی نفی کرنی پڑتی ہے۔ اور سنت جس کے لئے رسومِ فاسدہ اور بدعات و محدثات کا رد کرنا پڑتا ہے یہی وہ دو کٹھن میادین ہیں جن میں آکر اہلیانِ حق اور اہلیانِ باطل کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔ حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، کے جملہ اقدامات چاردانگِ عالم میں خواہ وہ جہاد کی شکل میں یا دعوت الی اللہ کی شکل میں ہوں انہیں دو حقیقتوں سے وابستہ رہے ہیں۔ حضراتِ تابعین واتباعھم اور مجتہدین کرام اور محدثینِ عظام کی تمام کاوشوں کی روح الروح یہی ہے چنانچہ وقت کے اہلِ باطل جیسے خوارج، معتزلہ، مرجیہ، جہمیہ، قدریہ اور کرامیہ وغیرہ سے وہ انہی مسائل میں نبرد آزما رہے ہیں۔ اُن کے بعد بھی الی یومنا ھذا علماء اور اولیاء تحفظ دین کے لئے انہیں اصولِ اسلام پر کاربند رہے ہیں چنانچہ جہاں عقائد واعمال کے باب میں انہیں محسوس ہوا کہ اس عمل کے ارتکاب سے کسی درجہ میں بھی کوئی بدعت پیدا ہو سکتی ہے تو انہوں نے اسے روکنے کی کوشش فرمائی چنانچہ شیخ الصحابہ عبداللہ بن عمرؓ صلوٰۃِ ضحیٰ کو بدعت فرماتے تھے اور اس سے منع کرتے تھے ملاحظہ ہو ”فاذا عبداللہ بن عمر جالس الی حجرۃ عائشۃؓ واذا اناس یصلون فی المسجد صلوۃ الضحیٰ قال فسالناہ عن صلوتھم فقال بدعۃ.“ (بخاری ج۔ ا ص ۲۳۸) حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میں اور عروۃ مسجد میں داخل ہوئے عبداللہ بن عمرؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر کی طرف بیٹھے ہوئے تھے جبکہ کچھ لوگ مسجد

نبوی ﷺ میں چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے ہم نے حضرت ابن عمرؓ سے ان کی اسطرح کی نماز کا پوچھا تو فرمایا کہ یہ بدعت ہے۔ باوجود اس کے کہ صلوۃ ضحیٰ کا ثبوت قولی اور فعلی روایات میں موجود ہے لیکن ابن عمرؓ نے اس اہتمام یا کیفیت خاصہ یا ھیئت فی المسجد وغیرہ کما ذکرھا المحدثون کو دیکھ کر سرے سے عمل کو بدعت قرار دے دیا معلوم ہوا کہ نفسِ روایت کا وارد ہونا ہمیشہ کے عمل کے لئے کافی نہیں ہے۔ بلکہ ہیئات اور کیفیاتِ محدثہ کی وجہ سے بھی منع کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ جامع ترمذی میں، ہے کہ عبداللہ بن مغفلؓ نے اپنے بیٹے کو نماز میں زور سے بسم اللہ پڑھنے سے منع فرماتے ہوئے اسے بدعت کہا حالانکہ علماء جانتے ہیں کہ نفسِ ثبوت روایات میں موجود ہے چنانچہ ملاحظہ ہو عن ابن عبداللہ بن مغفل قال سمعنی ابی وانا فی الصلوۃ اقول بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فقال لی ای بنی محدث ایاک والحدث قال ولم أری احدا من اصحاب رسول اللہ ﷺ کان ابغض الیھم الحدث فی الاسلام یعنی منہ. (ترمذی ج ا ص ۵۷) چنانچہ فقہاء کرام نے اس سے اصول مستنبط فرمائے ہیں کہ نفسِ سنت اور استحباب کو بھی اپنی حد میں رکھنے تک وہ سنت یا استحباب اور عبادت رہے گی جہاں تجاوز ہوا یا التزام اور دوام کے نظریات پیدا ہوئے وہ سنت اور مستحب نہیں رہا چنانچہ بعض سورتوں کی قرأت باوجود نمازوں میں مروی ہونے کی جیسے جمعہ کی نماز فجر میں سورتِ سجدہ اور سورت دھر اور خود نماز جمعہ میں سورتِ

غاشیہ اور سورت اعلیٰ یا نماز وتر میں سورتِ اعلیٰ، سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھنا روایات میں وارد ہے اور اس کی سنیت مسلمہ ہے مگر بعض حضرات کی وجہ سے فقہاء نے اسے کبھی ترک کرنے کی تاکید بھی فرمائی ہے تاکہ ناواقف لوگ اسے ضروری نہ سمجھیں ملاحظہ ہو۔(بدائع الصنائع ج ا ص ۲۷۳، ۲۷۲۔ فتح القدیر ج ا ص ۲۹۳، ۲۹۴۔ البحر الرائق ج ا ص ۳۴۲، ۳۴۳۔ ردالمحتار ج ا ص ۳۶۴، ۳۶۵)

بلکہ علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں کہ متعدد کتب فقہ میں وارد ہے کہ بدعت سے بچنے کے لئے سنت کا ترک ضروری ہے۔(ردالمحتار ج ا ص ۵۰۶، ۴۳۱)

بلکہ اس قسم کے مواقع پر ایسے اعمال کا ترک کرنا زیادہ باعث اجر وثواب ہوتا ہے۔ جیسے نفل باجماعت کی کراہت اور بدعت ہونے پر کلام کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں۔ فلو ترك امثال هذه الصلوات تارك ليعلم الناس انه ليس من الشعار فحسن. (ردالمحتار ج ا ص ۴۷۶) جیساکہ آگے چل کر اس کی مزید تفصیل آنے والی ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام مالکؒ نے شوال کے چھ روزوں کو مکروہ اور بدعت ارشاد فرمایا ہے اور علماء امت کو تاکید فرمائی کہ وہ عوام کو اس سے منع فرمائیں۔ جیساکہ موطا میں موجود ہے اور مفصل آرہا ہے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہؒ سے علی التحقیق ان روزوں کی کراہت مروی ہے جسے ہم مفصل

ثابت کررہے ہیں۔ گو متاخرین حنفیہ میں سے بعض حضرات کا میلان یا ترجیح ان روزوں کے استحباب کی طرف ہے یہ تاثر کب سے پیدا ہوا اور اس کی شرعی حیثیت کیا ہے اس قسم کے ابحاث پر ہمارا یہ رسالہ احسن المقال حق تعالیٰ شانہ کے فضل سے مشتمل ہے۔ مجھے امید ہے کہ اگر حضرات علم نے توجہ اور انصاف سے مطالعہ فرمایا تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہ اس باب میں اسے بصیرت افروز پائیں گے اس سلسلے میں بعض حضرات کے فتاویٰ اور تحریرات بھی پیش نظر ہیں جن میں ان روزوں کے استحباب کو اصل مذہب ظاہر فرمایا ہے لیکن تحقیق سے واضح ہوا کہ مذہب وہی ہے جو امامِ مالک اور خود امام اعظمؒ سے مروی ہے اس باب میں ہمارے ایک اور رسالہ "احسن الاعلام بان الفتویٰ مطلقا علیٰ مذہب الامام" ان شاء اللہ تعالیٰ "احسن المقال" کے بعد مستقل شائع ہوگا۔ زیر نظر رسالہ میں ہمیں مشائخ کرام کے قولِ استحباب سے اتفاق نہ ہوسکا۔ اور حضرت امام صاحبؒ کا قول کراہیت ہم راجح اور مذہب حنفی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس موضوع پر یہ رسالہ ترتیب دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اسے مجھ عاجز کے لئے اور دیگر متلاشیانِ حق کے لئے اسے راہنما ثابت فرمائے۔

امام اہل سنت محقق العصر ترجمان مسلک دیوبند
شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم

نے بوجہ امراض مختلفہ کے باقاعدہ تقریظ تو نہیں لکھی مگر حضرت کی نیک دعائیں جو مؤلف اور تالیف کے لئے فرمائی اس پر مشتمل تحریر سرمایۂ رسالہ ہے

ابوالزاہد محمد سرفراز خان
خطیب جامع مسجد گکھڑ — شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

باسمہ سبحانہ

من ابی الزاہد

الی حضرت العلام مولانا .... صاحب دام مجدہم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ — مزاج سامی؟

آپ کا محبت نامہ اور احسن المقال موصول ہوا دونوں کا یک صد شکریہ
محترم! راقم اثیم ان دنوں کئی بیماریوں کا شکار ہے [illegible] پر لاہور کے دو بڑے ڈاکٹروں سے چیک اپ کرا چکا ہوں ان کی تشخیص کے مطابق راقم اثیم متعدد خطرناک بیماریوں کا شکار ہو چکا ہے اور اس کے ساتھ آنکھوں میں موتیا بھی اتر آیا ہے جس کی وجہ سے ابھی تک آپریشن نہیں کرا سکا پڑھنا لکھنا بہت مشکل ہے اگر صحت نے مہلت دی اور آنکھوں کی بینائی بحال ہو گئی تو ان شاء اللہ العزیز آپ کے ارسال کردہ علمی اور تحقیقی رسالے سے ان شاء اللہ العزیز استفادہ ہوگا
فی الحال معذرت ہے راقم اثیم کے لئے خاتمہ علی الایمان کی دعا کریں اور حاضرین کو درجہ بدرجہ سلام مسنون اور شرف دعا پیش

والسلام

ابوالزاہد محمد سرفراز — از گکھڑ

۲۵ ذوالقعدہ ۱۴۱۸ھ
۲۵ مارچ ۱۹۹۸ء

تقریظ استاذ العرب والعجم شیخ الحدیث والتفسیر
حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب
شیخ الحدیث والتفسیر بجامعۃ دارالعلوم الحقانیہ اکوڑہ خٹک

د. شير علي شاه المدني
(دكتوراه) بمرتبة الشرف الأولى
من الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة
وأستاذ الحديث والتفسير بجامعة دار العلوم الحقانية

Dr. Sher Ali Shah Almadani
P.H.D. (Gold Medalist) Madina University
Prof. of Hadith & Tafseer in
Jamia Dar-ul-Uloom Al-Haqania

Date: ____________ التاريخ ____________

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى، وبعد:

فقد ثلج صدري وقرّت عيناي برؤية الكتاب الجديد الذي ألّفه العلامة المفتي محمد زرولي خان المحترم رئيس الجامعة العربية أحسن العلوم (كراتشي) وشيخ الحديث بها، وسمّاه "أحسن المقال في صيام ستة من شوال" ولا ريب أنه كتاب مبتكر صحيح في موضوع الصيام لستة من شوال [illegible] وتدل محتويات هذا الكتاب الأنيق بأن المؤلف الموفق قد بذل جهوده المشكورة في تحقيق هذه المسألة الهامة وطالع لها آلاف الصفحات لأمهات الكتب والمصادر وقد رزقه الله تعالى قوة التحرير وملكة البيان في المسائل الفقهية فأفاد وأجاد وأتى جميع الجوانب لهذا الموضوع مع ما لها وما عليها وفي حقوق هذه المسألة من الترجيح والتفصيل، فجزاه الله أحسن الجزاء على مبادرة الحسنى ووفقه لما فيه رضاه ورفعة الإسلام وهداية المسلمين ومنه التوفيق والله المستعان وعليه التكلان وصلى الله تعالى على خير خلقه وأشرف رسله وعلى آله وأصحابه أجمعين.

شير علي شاه
خادم الحديث بجامعة دار العلوم الحقانية
أكوره خٹك

۲۲/۳/۱۴۲۱ھ

حضرت مولانا محمد حسن جان

شیخ الحدیث بجامعة امداد العلوم الاسلامية، بشاور صدر، باكستان

عضو مجلس الفكر الاسلامي بجمهورية باكستان الاسلامية (خريج الجامعة الاسلامية بالمدينة المنورة)

مولانا محمد حسن جان

Maulana Muhammad Hasan Jan

الحمدلله، والصلاة والسلام على سيدنا رسول الله، نبينا ومولانا محمد بن عبدالله، وعلى آله وصحبه ومن والاه، وعلى من اختار هَدْيه في شؤن حياته وهداه.

وبعد، فقد طالعت هذه الرسالة الموجزه "أحسن المقال" في عجلة المستوفز لأخينا في الله مولانا المفتي محمد زر ولي خان المحترم حفظه الله ورعاه وأعجبت بما بذل فيها جهوده المشكورة وحقق الموضوع بغاية من النصفة، واجال الفكر في نواحيه واثبت رأيه مدعما بالادلة المقنعة على ضوء قواعد الافتاء واقوال الائمة وخاصة الامامين الهمامين ابي حنيفة النعمان ومالك بن انس رضي الله عنهما.

وقد شاهدت أنا غلو بعض المتصوفة وبعض اهالي الحرمين الشريفين في هذا الصيام، فلله دره وعليه مثوبته واجره. وهو الموفق والمعين

محمد حسن جان

حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی صاحب

ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی

استاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر ۵

ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی

DR. MUFTI NIZAMUDDIN SHAMZI

اس دور میں علم و تحقیق ناپید ہے اور محقق علماء انتہائی کم ہیں۔

وقد كانوا اذا عُدّوا قليلاً

فقد صاروا اعز من القليل

ہمارے اس دور کے محقق علماء میں سے حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان بانی و مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ احسن العلوم ایک محقق عالم ہیں۔

زیر نظر رسالہ میں حضرت مولانا موصوف نے شوال کے چھ روزوں کے استحباب وعدم استحباب کے ایک پہلو پر محققانہ بحث کی ہے۔ یہ مسئلہ اگرچہ ہمارے فقہاء احناف کے ہاں کچھ مختلف فیہا ہے اور دونوں قسم کی عبارتیں ملتی ہے جن میں سے بعض علماء نے ایک پہلو اور بعض دوسرے حضرات نے دوسرے پہلو کو اختیار کیا ہے حضرت مولانا نے اس موضوع پر فقہ، حدیث، اصول حدیث اور علم اسماء الرجال کی روشنی میں خوب داد تحقیق دی ہے بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور امت کیلئے اس کو باعث ہدایت بنادے آمین۔

نظام الدین شامزئی

۷، ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ

قاری مفتاح اللہ عفا اللہ عنہ

خطیب جامع مسجد گلشن عمرؓ۔ فیڈرل بی ایریا بلاک نمبر ۲۰

و مدرس جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی نمبر ۵

الحمدللہ رب العلمین وصلی اللہ وسلم علی رسولہ الکریم

وعلی آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد!

صیام ستۂ شوال کے بارے میں قرون اولیٰ سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ صحیح البخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں اس کی روایات وارد ہیں جبکہ حضرت امام مالکؒ جو مالک الرجال والاسانید کہلاتے ہیں، انہوں نے موطا میں اس کا صاف اور صریح انکار فرمایا ہے ہمارے امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہؒ سے بھی محققین نے کراھت نقل فرمائی ہے۔ جیسا کہ البحر الرائق، جامع الرموز، فتاویٰ تاتارخان، فتاویٰ ھندیہ وغیرہ میں ہے بلکہ محقق ابن الھمامؒ نے صوم شک کے مکروہ روزوں میں سے ان کو شمار کر کے مفصل کلام فرمایا ہے۔ خود انہی کتابوں میں بعض مشائخ متاخرین سے استحباب مروی ہے جس پر ہمارے زمانے میں جا بجا عمل ہو رہا ہے۔ ضرورت تھی کہ اس پر سیر حاصل کلام ہو جاتا تا کہ قول فیصل اور درست نہج کی تعین ہو جاتی چنانچہ

ہمارے محترم مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب شیخ الحدیث جامعہ عربیہ احسن العلوم نے اس موضوع پر "احسن المقال" لکھ کر اس قسم کے ابحاث کو نہایہ تک پہنچانے کی سعی بلیغ فرمائی ہے۔ ماشاء اللہ رسالہ خوب ہے ادلہ اور براھین سے مزین ہے

کالشمس فی کبد السمآء وضوء ھا
یغشی البلاد مشارقا ومغاربا
کالبدر فی وسط السمآء ونورھا
یھدی إلی عینیك نورا ثاقبا

مولانا صاحب نے ایک طرف تو روایات پر سنداً ومتناً کلام کیا اور یہ ثابت کیا کہ حضرت امام مالکؒ اور امام اعظمؒ کا اختلاف بُرھانِ ساطع اور دلیل قوی پر مبنی تھا۔ دوسری طرف استحباب کے قائلین جو کہ بقول علامہ سیّد احمد طحطاوی بعض متاخرین ہیں، اس کی تنقیح فرمائی اور فقہ اور افتاء کے وہ زرّین اصول نقل کیے ہیں جن سے بڑی متانت کے ساتھ یہ فضا صاف اور سازگار ہوئی کہ اصل مذھب اور قوی بات وہی ہے جو امامان کبیران امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے۔ علماء کرام کو اس سلسلے میں حضرت مولانا مفتی صاحب مدظلہ کا شکر وامتنان بجالانا چاہئے کہ انہوں نے اس موضوع پر خاطر خواہ فقہی اور حدیثی مواد قوی مواطن سے جمع فرمائے ہیں۔ علم وانصاف کے میزان میں یہ بات کم از کم اہل حق کی شان سے مستبعد ہوگی کہ

کسی ایک پہلو پر صرف اسلئے اصرار کیا جائے کہ کچھ عرصہ سے ہمارے ہاں اس کے فضائل پر عمل ہونے لگا ہے "احسن المقال" کے اہداف خود ہی اس کے اغراضِ صحیحہ اور مقاصد شریفہ کے لئے کافی ہیں مثلاً (۱) روایات پر سنداً ومتناً مُشبع اور مُقنع کلام (۲) حضرت امام ابو حنیفہؒ سے قول کراہیت کا ثبوت اور اس سلسلے میں مضبوط مراجع سے استفادہ اور تنقیح (۳) حضرت امام مالکؒ کے موطا کی عبارت کی تائید اور توضیح جو کہ رسالہ کے دیکھنے سے واضح ہے چنانچہ فائدہ بعد الوقوع کے طور پر ان متصوفہ یا بعض حضرات کے اس بارے میں تشدد اور اصرار والتزام کا خاطر خواہ ردّ یا ان اقدامات کی حدود شرعیہ کے اندر رہتے ہوئے اصلاح کا عظیم مداوا سامنے آچکا ہے۔ اس بارے میں اپنے ہی بعض حضرات کی طرف سے فتویٰ کی شکل میں جو تحریرات سامنے آئی ہیں، حضرت مفتی صاحب موصوف نے ان کا علمی جائزہ لیا ہے اور ان سے اس سلسلے میں سنگین نوعیت کی فروگذاشتوں کو بڑی قوت اور متانت کے ساتھ واضح فرمایا ہے۔ مثلاً پہلا فتویٰ جو اس سلسلے میں آیا ہے اس میں حضرت امام اعظمؒ کے قول کراہیت نقل کرنے سے پہلو تہی برتی گئی ہے۔ جو کہ علم ودیانت کے شایانِ شان نہیں ہے۔ اور پھر ایک مقلد اپنے مجتہد کے ساتھ ایسا روش برتے! حضرت مفتی صاحب نے اس پر بجا طور پر ناراضگی ظاہر فرمائی ہے۔ اسی طرح دوسرا فتویٰ جو صادر ہوا ہے اس میں طحطاوی علی الدر ج۱، ص ۲۷۰۔ سے قال الحلوانیؒ سے عبارت نقل کی

گئی ہے جو استحباب کے لئے مفید تھی مگر علامہ طحطاویؒ نے قال الکوھستانی" سے در مختار کی عبارت کی جو تصحیح فرمائی وہ نظر انداز کیا گیا ہے۔ نیز ختم بحث پر علامہ طحطاوی کی یہ عبارت کہ "اذا عرفت هذا فما فی المتن قول بعض المتاخرین" بھی نظر انداز کی گئی ہے اس قسم کی فروگذاشتوں پر تنبیہ کے لئے "احسن المقال" ان شاء اللہ تعالیٰ قولِ فیصل ثابت ہوگا۔ علاوہ ازیں علامہ ابن عابدینؒ نے ردّ المحتار میں جو تحقیق علامہ قاسم ابن قطلوبغا مرحوم کی نقل فرمائی ہے احسن المقال میں اسے جمہور فقہاء کے مقابلے میں تفرد ثابت کیا گیا ہے۔

اور بھی بیش بہا علمی مباحث ہیں جو ان شاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کی تحقیق میں خاصے مفید ثابت ہوں گے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مؤلف مدظلہ کو جزائے خیر عطاء فرمائیں اور طالبانِ حق کو "احسن المقال" سے احسن ثمرات اٹھانے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

وصلی اللہ وتعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین.

وانا احقر الناس

قاری مفتاح اللہ

۲۷ ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صحیح مسلم اور دیگر کتب صحاح اور حسان میں شوال کے چھ روزے مروی ہیں۔ جن کا ثواب کہیں عمر بھر (صیام الدھر) اور کہیں سال بھر کا ثواب مذکور ہے۔ کمافی سنن ابن ماجہ اور یہ احادیث سنداً ومتناً متکلم فیہ ہیں جیسا کہ آگے چل کر ان شاء اللہ تعالیٰ ہم اس کا مفصل جائزہ پیش کرتے ہیں۔ امامان جلیلان امام اھل مدینہ حضرت امام مالکؒ سے موطا میں صراحتاً ان روزوں کا انکار اور اس کے ارتکاب کو بدعت فرمانا منقول ہے اسی طرح الامام الاعظم امام ھذہ الامۃ حضرت ابو حنیفہؒ سے بھی معتبر فتاویٰ اور کتب مذھب میں کراھت منقول ہے جس کا تفصیلی جائزہ ہم ان سطور میں ان شاء اللہ تعالیٰ پیش کریں گے۔ بعض حضرات روایات کو اصح فی الباب اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے انکار یا قول بالکراھیۃ کو غیر مختار اور ناپسندیدہ کہتے ہیں جبکہ یہ دونوں باتیں عقلاً ونقلاً درست نہیں ہیں اس سلسلے میں ہمارے دارالافتاء کا ایک مختصر اور انتہائی بامعنی فتویٰ شائع ہوا ہے جس کے جواب میں قرب وجوار کی بعض تحریرات دیکھنے میں آئیں ان تحریرات کو دیکھنے سے

تین باتیں سمجھ میں آئیں۔ (۱) پہلی بات یہ کہ حدیث کے صحیح یا ضعیف کی ضروری اور اھم بحث سے عمداً پہلو تہی برتی گئی ہے جو اس مسئلہ کا اصل اساس ہے۔ (۲) ثانیاً۔ امام مالکؒ، کا انکار اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کا قول بالکراھیۃ ساقط نقول اور معدوم الوجود کتب کے ذریعے ردّ کیا گیا ہے۔ جو آدابِ علم کے منافی ہے۔ (۳) ثالثاً۔ ہمیں یہ الزام دیا گیا کہ ھم نے بعض عبارتیں بناء بر دیانت، پوری نقل نہیں کیں جبکہ بفضل اللہ تعالیٰ ہمارے فتوے میں تمام تحریر بقید صفحہ وسطر موافق ومخالف اقوال دونوں موجود ہیں اور جوابی تحریر حدیث وفتاویٰ دونوں میں اصل مذھب جس کا بیان اور بعدہ اس پر عمل واجب ہوتا ہے اس کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ مثلاً حدیث ابن ماجہ نقل کئے بغیر صوم الدھر کا ترجمہ سال بھر سے کیا گیا ہے۔ فیالضیعۃ العلم والتحقیق۔

اور بار بار روایت ابی ایوب کو صحیح گروانا گیا ہے۔ جبکہ خود امام ترمذیؒ نے اس کو صحیح کے بجائے صرف حسن درجہ کا تسلیم کیا ہے۔ پھر فقہی وحدیثی جواب دینا تو ان کا شرعی اور علمی حق تھا۔ مگر تحریر میں اضطراب فی الحدیث اور بیان ضعف سند اور نقل مذاھب میں اس حقیقت کو نظر انداز کیا گیا کہ خود قرونِ اولیٰ میں اجلہ آئمہ اس قسم کی احادیث یا اس قسم کے صیامِ ستہ شوال کے سرے سے وجود ہی کے قائل نہیں ہیں زیر نظر تحریر میں ھم ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا مفصل ومدلل جائزہ لے رہے ہیں۔ (واللہ الموفق لکل خیر وسعادۃ)

المبحث فی احادیث صیام ستة شوال:

صحیح مسلم کی روایت جس میں مذکور ہے "من صام رمضان ثم اتبعه ستة من شوال کان کصیام الدهر" یہ روایت چونکہ سعد بن سعید بن قیس سے ہے اور وہ متکلم فیہ ہے دیکھئے۔ (المنهل العذب المورود لشرح سنن ابی داؤد ج ۱۰ ص ۱۹۱)

"لأن فیه سعد بن سعید وفیه مقال" اس طرح مسند احمد، مسند بزار اور طبرانی کی روایت میں عمر بن ثابت ہے اور وہ ضعیف ہے۔ اسی طرح ابو ھریرہؓ کی روایت اس میں بھی وفیه من لم یعرفه کا کلام موجود ہے۔ ابن عباس اور جابرؓ کی روایت میں یحیٰ بن سعید مازنی متروک ہے ابن عمرؓ کی روایت طبرانی الاوسط میں مسلمہ بن علی الخوشنی اور وہ ضعیف ہے۔ بعض اسانید میں عبدالرحمٰن بن غنام ہے جو کہ مجہول ہے۔

مجمع الزوائد جزء نمبر ۳ ص ۱۸۷۔ ۱۸۶۔ سعد بن سعید وہ صوم ستہ شوال کے مدار ہیں اور وہ ضعیف اور متکلم فیہ ہیں چنانچہ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں ضعفه احمد بن حنبل و قال النسائی لیس بالقوی آگے لکھتے ہیں۔ وقد أخرج له مسلم من حدیث یحیی بن سعید الأموی، عن سعد، عن عمر بن ثابت، عن ابی أیوب، حدیث: صوم ستّ من شوّال ومدار الحدیث علیه. (ص ۱۲۰، ج ۲ میزان الاعتدال فی نقد الرجال) ستہ شوال کے راوی جو مدار ہیں اسپر مزید کلام ملاحظہ ہو: عبدالرحمٰن بن ابی حاتم کہتے ہیں کہ میں

نے والد سے سنا کہ وہ فرماتے ہیں کہ سعد بن سعید کی یادداشت نہیں تھی۔ "اور جو سنتا آگے بڑھاتا" ابن حبان نے بھی کتاب الثقات میں اسکو خطائیں کرنے والا لکھا ہے تهذیب الکمال فی اسماء الرجال (ج ۱۰ ص ۲۶۴) حافظ ابن حجرؒ بھی ان پر مفصل کلام کر چکے ہیں۔ دیکھئے تهذیب التهذیب ج ۳ ص ۴۷۰۔ صحیح مسلم میں یا دیگر معتبر کتاب میں متکلم فیہ راوی کا آنا تعجب انگیز نہیں ہے۔ چنانچہ تدریب میں ہے قال الحاکم و کتاب مسلم ملآن من الشیعة. (ص ۳۲۵، ج ۱) چونکہ بعض چیزیں خالص علماء کرام کے لئے اطلاعاً ذکر کی جاتی ہیں اس لئے ترجمہ کی ضرورت نہیں ہے۔

امام ترمذیؒ نے بھی مدار الحدیث سعد بن سعید پر کلام کیا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو وسعدابن سعید هو! أخو یحیی بن سعید الأنصاری، وقد تکلم بعض أهل الحدیث فی سعد بن سعید من قبل حفظه. (جامع ترمذی ص ۱۵۹، ج ۱) باب ماجاء فی صیام ستة أیام من شوال.

امام ابو جعفر طحاویؒ نے بھی سعد بن سعید کی وجہ سے صحت حدیث کا انکار کیا ہے اور فرمایا کہ محدثین بھی اس کی وجہ سے اس روایت سے اعراض کر چکے ہیں۔ قال ابو جعفر فکان هذا الحدیث مما لم یکن بالقوی فی قلوبنا من سعد بن سعید مثله فی الروایة عند أهل الحدیث ومن رغبتهم عنه. (شرح مشکل الآثار ص ۱۱۷، ج ۳)

آگے کچھ طرق کے بارے میں امام ابو جعفر طحاویؒ نے کچھ اظہار رائے فرمایا ہے۔ مگر ان تمام روایات میں یا تو عمرو بن ثابت ہے جسے امام مالکؒ

نے منکر اور غیر ثقہ اور ناقابلِ اعتماد کہا ہے جیسا کہ استذکار کے حوالہ سے آنے والا ہے یا ابن لھیۃ ہے جس کے بارے میں محدثین فرماتے ہیں احادیث ابن لهية لسيت بنقية فكن عنها على نقية. متعلقات مقدمہ صحیح مسلم، جامع ترمذی ج ۱ ص ۸، معارف السنن ج ۱ ص ۹۲۔ یعنی ابن لھیۃ کی احادیث درست نہیں ہیں اس سے پرہیز ضروری ہے۔ واضح رہے کہ صیام الدھر کی صحیح وصریح روایت میں ممانعت آئی ہے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے۔ لاصيام من صام الابد لاصيام من صام الابد لا صيام من صام الابد. (صحیح مسلم ص ۳۶۶، ج ۱)

واضح رہے کہ ثواب کے لئے ہمیشہ ایسے اعمال اور اُجور ذکر کئے جاتے ہیں جو شرعاً محمود ہوں جیسے جامع ترمذی میں ہے کہ جس نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی پھر بیٹھ کر ذکر کرتا رہا یہاں تک کہ سورج نکلا اور اس نے دو رکعت پڑھیں تو اس کو حج اور عمرہ کا ثواب ملے گا۔ حج و عمرہ باعث اجر افعال ہیں۔ اس لئے وہ ثواب میں ذکر کئے گئے۔

یا دوسری روایت جو معروف عند اصحاب السنن ہیں کمافی البخاری کہ سورہ اخلاص تین مرتبہ پڑھنے سے ایک قرآن کا ثواب ملتا ہے۔ تو چونکہ قرآنِ کریم پورا کرنا باعثِ اجر عظیم ہے اسلئے بطور ثواب کے ذکر کیا گیا۔ صوم الدھر صحیح اور صریح روایات میں منع فرمایا گیا ہے تو اس کے ساتھ تشبیہ بھی محل نظر ہے۔ چنانچہ بعض محدثین نے اس نکتہ کو اٹھایا ہے۔ "فلا دليل فى هذا الحديث على فضيلتها لان النبى ﷺ شبه صيامها

بصيام الدهر وهو مكروه." (ص ۱۱۲، ج ۳۔ المغنی لابن قدامۃ مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح جزء ۴، ۵ ص ۲۷۹۔ رسائل الارکان ص ۲۲۶) اگرچہ محدثین نے اس اشکال کو پسند نہیں کیا ہے۔

امام الاولیاء والمحدثین عبدالوہاب شعرانیؒ صیام ستۃ شوال پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ستۃ شوال کو صوم الدھر کا ثواب سمجھنا خالص تشدد ہے جب کہ حدیث معلول اور ضعیف ہے "أنه لم يصح عنده" امام مالک کے نزدیک یہ صحیح نہ تھی۔ چنانچہ "ان ترك تلك السنة اولى من فعلها لضعف حديثها مع خوف وقوع الناس فى اعتقاد فرضيتها ولو على طول سنين نظير ما وقع لنصارىٰ فى زيادة صومه." (المیزان الکبریٰ ص ۲۷، ج ۲)

ابن رشدؒ فرماتے ہیں کہ لم يصح عنده وهو الاظهر کہ امام مالک کے نزدیک ستۃ شوال کی حدیث صحیح نہ تھی اور یہ بالکل واضح ہے۔ (بدایۃ المجتھد ص ۲۲۵، ج ۱)

ابو بکر ابن العربیؒ "شرح ترمذی میں رقمطراز ہیں:

وصلة الصوم بأيام شوال مكروهة جدالأن الناس قد صاروا يقولون شيع رمضان وكما لا يتقدم له لا يشيع ومن صام رمضان وستة ايام من أيام الفطر له صوم الدهر قطعا بالقرآن (من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها) شهر بعشر وستة أيام بشهرين فهذا صوم الدهر كان من شوال

أوغيره وربما كان من غيره أفضل أو من أوسطه أفضل من
أوله وهذا بين هو أحوى للشريعة وأذهب للبدعة ورأى
ابن المبارك والشافعي أنها في أول الشهر ولست أراه ولو
علمت من يصومها أول الشهر وملكت الأمر أدبته
وشردت به لأن أهل الكتاب بمثل هذه الفعلة وأمثالها
غيروا دينهم وأبدوا رهبانيتهم. عارضة الاحوذی بشرح
صحیح الترمذی لامام الحافظ ابن العربی المالکی.(ج
٣ص ٢٩٣)

رمضان شریف کے فوراً بعد شوال کے روزے رکھنا سخت مکروہ ہے
چونکہ لوگ کہتے ہیں کہ رمضان کو چھوڑنے کے لئے روزے رکھو۔ اور جیسا
رمضان کے شروع میں شعبان کے اخیر میں روزہ رکھنا منع ہے اسی طرح
رمضان ختم ہونے کے بعد اور جو رمضان کے روزے رکھے تو وہ بھی منع
ہے اور چھ ایام الفطر کے بعد رکھے اس کو قطعاً عمر بھر روزوں کا ثواب ملتا ہے۔
کیونکہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا دیا جاتا ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ یہ ضروری
نہیں کہ یہ شوال ہی میں رکھے جائیں بلکہ شوال کے بعد رکھنا زیادہ بہتر ہے۔
یا اوّل کے بجائے اوسط میں رکھے جائیں اور یہ بالکل واضح ہے اور اس میں
شریعت کی حفاظت ہے۔ اور بدعات ختم کرنے کا طریقہ ہے۔ امام ابن
المبارک اور امام شافعیؒ اوّل شھر سے رکھنے کے قائل ہیں مگر میں ایسا نہیں
کہتا اور اگر مجھے پتہ چلا کہ شروع شوال سے کوئی یہ روزے رکھتا ہے اور مجھے

اختیار ہو تو میں ان کو عبرتناک سزا دے دیتا ایسا کہ دوسروں کے لئے نمونہ
عبرت بن جاتا کیونکہ اہل کتاب نے ان جیسے افعال سے اپنے دین کو بدلا تھا
اور ہمیشہ کے لئے بے دینی ڈالی تھی غور فرمایا جائے کہ امام ابو بکر ابن العربی
"ان روزوں کو دین کے لئے خطرہ اور بدعات کا پیش خیمہ اور باعث تادیب
سمجھتے ہیں۔ کیا کسی مستحب سے جب اتنے خطرات پیدا ہوں تو خطرات کے
ٹالنے کے لئے اور بدعات کے ابواب بند کرنے کے لئے اُس سے امت کو
بچانا ضروری ہے؟ یا اس کی نشرواشاعت اور مساجد میں سطحی فضائل اور اپنے
امام کے اقوال سے ہٹ کر مذھب کی ترویج کی جائے گی؟ فالی اللہ المشتکی.

موطا امام مالکؒ اور استذکار بابت ستہ شوال:

قال يحيى سمعت مالكا يقول فى صيام ستة ايام
بعدالفطر من رمضان انه لم ير احدا من اهل العلم والفقة
يصومها ولم يبلغنى ذلك عن احد من السلف وان اهل
العلم يكرهون ذلك ويخافون بدعته وان يلحق برمضان
ما ليس منه اهل الجهالة والجفاء لو رأوا فى ذلك رخصة
عن اهل العلم ورأوا هم يعملون ذلك.(موطاء امام مالکؒ
ص ٢٥٦)

علامہ ابن عبدالبر نے امام مالکؒ کے انکار عن صیام ستہ شوال پر کلا
کرتے ہوئے فرمایا کہ حدیث انفرد به عمر بن ثابت یعنی عمر بن ثابت کا

تفرد ہے۔ ثانیاً یہ بعض طرق میں بجائے مرفوع کے موقوف ہے۔ ثالثاً:
علامہ ابن عبدالبر کی تمام تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ امام مالکؒ نے احادیث اور فضائل کا انکار نہیں فرمایا ہے بلکہ امام مالکؒ کے انکار کی وجہ جاہل وہٹ دھرم لوگوں کا غلو ہے کہ کہیں اس کے ساتھ فرائض رمضان کا برتاؤ نہ کریں۔
امام مالکؒ کو یہ روایت یقیناً معلوم تھی البتہ یہ ان کے ہاں قابل اعتبار نہ تھی بوجہ "عمر بن ثابت" کے علامہ ابن عبدالبر کی پوری عبارت ملاحظہ ہو۔

"ومالك لا يجهل شيئًا من هذا، ولم يكره من ذلك إلا ماخافه على أهل الجهالة والجفاء اذا استمر ذلك، وخشي أن يعدوه من فرائض الصيام مضافا إلى رمضان، وما أظن مالكا جهل الحديث، والله اعلم، لانه حديث مدني انفرد به عمر بن ثابت، وقد قيل: إنه روى عنه مالك ولو لا علمه به ما أنكره واظن الشيخ عمر بن ثابت لم يكن عنده ممن يعتمد عليه. وقد ترك مالك الاحتجاج ببعض ما رواه عن بعض شيوخه إذا لم يثق بحفظه ببعض ما رواه. (الاستذکار ص۲۵۹ ج۱۰)

حضرت امام مالکؒ کی تصریح کے مطابق یہ اندیشہ ہے کہ ناواقف لوگ اس کو ضروری سمجھیں لہٰذا یہ بدعت اور واجب الترک عمل ہے بعض لوگوں کا یہ خیال کہ عیدالفطر سے فصل ہونے کے بعد یہ خدشہ جاتا رہا ناقابل فہم ہے۔ کیونکہ امام مالکؒ تو تصریح فرماتے ہیں کہ "بعد الفطر" یعنی

یوم الفطر کے بعد بھی اگر اس کو ضروری اور لازم سمجھیں تو یہ بدعت اور ناجائز ہے محقق ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں یہی لکھا ہے۔ وجهه الكراهة انه قديفضي الى اعتقاد لزو مها من العوام لكثرت المداومة. یعنی ان روزوں کا ہمیشہ اہتمام عوام کی طرف سے لزوم کا اعتقاد ہے اور اس وجہ سے یہ مکروہ ہیں مزید لکھتے ہیں کہ ہم نے بعض لوگوں سے سنا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہماری عید، عیدالفطر نہیں ہے بلکہ ہماری عید بعد میں ہوگی۔ (چھ روزے رکھنے کے بعد) فتح القدیر ص۲۷۷، ج۲)
مشہور زمانہ محقق فقیہ اور مفسر اور نحریر محدث فرید عبدالعزیز الجندی امام قرطبیؒ کے فوائد میں لکھتے ہیں۔ قد وقع ماخافه حتى أنه، كان في بعض بلاد خُراسان يقومون لسحورها على عادتهم في رمضان.
یعنی امام مالکؒ کا ستہ شوال کے عمل کے خوف بجا تھا چنانچہ خراسان کے بعض علاقوں میں لوگ رمضان شریف کی طرح اس کے لئے سحری کا اہتمام کرتے ہیں۔

(جامع الاحکام الفقہیہ لامام القرطبی من تفسیرہ، ج۱، ص۳۶۸،۳۶۷)

امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا متفق ہونا بہت وقیع بات ہے:

امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا کسی مسئلہ پر متفق ہونا اہل علم کے ہاں بہت بڑی سند اور حجت ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے آئمہ اور مجتہدین کے اقوال ان کے مقابلے میں ناقابل قبول ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ

دو علم دین کے سمندر ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ اہل مشرق کے لئے اور امام مالکؒ اہل مغرب کے لئے۔ لہذا ان کے سامنے دوسرے مشائخ اور اُن کے اقوال کی کوئی حیثیت نہیں "إنما كانا بحرين : أبو حنيفة لأهل المشرق، ومالك لأهل المغرب أفنتركهما ونشتغل بالساقية" (الجامع لاحکام القرآن ج۲۱، ص ۳۴۴ للقرطبی)

صیام ستۃ شوال والامام ابو حنیفہؒ:

☆ حضرت امام ابو حنیفہؒ سے کتب فقہ۔ اور فتاویٰ معتبرہ میں ستۃ شوال کی کراہت متواتر منقول ہے۔ چنانچہ جامع الرموز میں ایام منہی عنھا میں سے منہاست شوال فان الصوم فيها يكره مطقاً عنده. آگے امام ابو یوسفؒ امام حسن مشائخ متاخرین اور علامہ حلوانیؒ وغیرہ کے اقوال موجود ہیں۔ لیکن مذہب قول امام ہوتا ہے کمافی النہر، جامع الرموز ج۱، ص ۳۷۲۔

☆ ابن نجیمؒ نے بھی ومنه ایضاً صوم ستة من شوال عند ابی حنیفةؒ متفرقاً كان او متتابعا. (البحر الرائق ج۲، ۲۵۸)

☆ ھندیہ میں ہے ويكره صوم ستة من شوال عند ابی حنیفةؒ متفرقًا كان او متتابعا. (عالمگیری ج۱ ص ۲۰۱)

☆ واما صوم ستة بعد الفطر متتابعة منهم من يكره ذلك. (قاضی خان علی الھندیہ ج۱، ص ۲۰۶)

☆ الافصاح میں بھی وزیر ابن ھُبیرہ نے لکھا ہے۔ کہ ابو حنیفةؒ ومالك في قولهما يكره ذلك ولا يستحب. (الافصاح ج۱، ص ۲۵۲)

☆ شاہ ولی اللہؒ نے بھی امام صاحب کا مذہب مطلقاً کراہت کا لکھا ہے۔ وكره ابوحنيفه متفرقًا كان او متتابعا. (المسوّیٰ شرح الموطا ص ۳۰۸)

☆ فتاویٰ تاتارخان میں بھی امام ابو حنیفہؒ سے مطلقاً کراہت منقول ہے۔ صوم ست من شوال مكروه عند ابی حنيفه متفرقاً كان او متتابعا. (فتاویٰ تاتارخانیہ ج۲، ص ۳۸۸)

☆ تاتارخانیہ میں یہ بھی ہے۔ ومن المشائخ من قال ينبغي للعالم أن يصوم سرا وينهى الجهّال عنه. (ج۲، ص ۳۸۸)

☆ محقق ابن ہمامؒ کی تحقیق: صوم ستة من شوال عن أبی حنيفه وأبی يوسف كراهة وعامة المشائخ لم يروا به باسا واختلفوا فقيل الافضل وصلها بيوم الفطر وقيل بل تفريقها فی الشهر وجه الجواز أنه قد وقع الفصل بيوم الفطر فلم يلزم التشبه باهل الكتاب وجه الكراهة أنه قد يفضی الی اعتقاد لزومها من العوام بكثرة المداومة ولذا سمعنا من يقول يوم الفطر نحن الی الآن لم يأت عيدنا أو نحوه فاما عندالامن من ذلك فلا باس لورود الحديث به. (ص ۲۷۲) فتح القدير مع الكفايه. (ج۲)

☆ امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں امام مالک اور ابو حنیفہؒ کا مذہب مطلقاً

کراھت کا نقل کیا ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج١، ص٣٦٩)

چنانچہ امام نوویؒ نے مجموع شرح مھذب میں بھی یہی لکھا ہے۔
وقال مالك وأبو حنيفة يكره صومها. (المجموع شرح المهذب ج ٢ ص ٣٧٩)

☆ تبیین کے حواشی میں منقول ہے۔ صوم ستة من شوال عن ابی حنیفةؒ وابی یوسف کراهة وعامة المشائخ لم یروا به بأسا تبیین الحقائق. (ج١، ص٣٣٢)

☆ المبحث فی کلمة لا بأس: لا بأس. (الخ) والمشهور فی هذه العبارة کونه لما خلافه اولی. (فتح القدیر ج١، ص٣٨٤)

☆ فلا بأس به والاولى الأيفعل (حلبی کبیر شرح منیة.) (ص ٦١٢)

واضح رہے کہ کلمۃ لاباس کا اصل وضع خلافِ اولیٰ کے لئے ہے کیونکہ خود علامہ شامیؒ نے تصریح کی ہے کہ لأن البأس شدةٌ. فقہاء کرام کے ہاں بھی کلمۃ لاباس خلافِ اولیٰ کے لئے آیا ہے۔ مواطنِ استحباب کے لئے احیاناً اس کا استعمال علامہ ابن عابدینؒ کا تفرد ہے۔ جیسا کہ حضراتِ علم جانتے ہیں۔

صرف روایت میں آنا عمل کے لئے کافی نہیں ہے جب تک فقہاء کرام نے اس پر عمل نہیں فرمایا ہو:

چنانچہ محقق ابن ہمامؒ فرماتے ہیں "لم یُعرف احد من الفقهاء

قاله" (فتح القدیر ج١ ص ٣٨٤)

حالانکہ ذکر بالجہر یا تکبیر برفع الصوت بعدا لفراغ من الجماعت صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے۔ مگر فقہاء کرام کے قبول نہ کرنے کی وجہ سے یہ عمل ترک کرنے کے لائق ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالک جیسے جلیل القدر آئمہ فقہ وحدیث نے جب ستہ شوال کے روزوں کو منع یا مکروہ فرمایا ہے تو جواز عمل یا اولیت عمل بر قرار نہ رہ سکی جوابی تحریر میں اسکو بڑے شدومد سے لکھا ہے۔ کہ مشائخ یا حضرات متاخرین یا ہمارے بعض اکابر جیسا صاحب اعلاء، یا صاحب معارف السنن، اصح یا استحباب کا قول کر چکے ہیں۔ تو اس کے کئی جوابات ہیں اوّلاً امام ابو حنیفہؒ سے نقل کراہت تقریباً متواتر ہے۔ جبکہ مشائخ اوّل تو امام کے مقلد ہیں اور مجتہد کا قول مقلد کے لئے چھوڑنا قلب موضوع اور خروج عن المذھب کے مترادف ہے ثانیاً حضرات مشائخ نامعلوم ہیں کہ امام کے قول سے انحراف کبؔ اور کس دلیل سے روا رکھا گیا ثالثاً مشائخ نے بھی کہیں تو متفرقاً اور کہیں فی کل اسبوع کا جواز پیش کیا ہے۔ جبکہ یہ نہ تو حدیث مذکور سے مستفاد ہے اور نہ امام مذھب سے اس کا کوئی اشارہ ملتا ہے۔ رابعاً یہ تاثر ظاہر بعض روایاتِ مشائخ سے پیدا ہوچکا ہوگا۔ اور چونکہ روایات متکلم فیہ ہیں اسلئے مشائخ کا قول بظاہر غیر محقق اور غیر مصحح ہے۔ خامساً یہ قاسم ابن قطلوبغا کے تحریر الاقوال سے متاثر معلوم ہو رہے ہیں جبکہ تحریر الاقوال نادر الوجود ہے۔ اور علامہ شامی خود تشریح کر چکے ہیں کہ نادر الوجود کتب کا حوالہ نہیں دیا جائے گا۔ (ردالمختار

ج ۴، ص ۳۰۶) سادساً جب اکثر بلکہ جمہور فقہاء حنفیہ امام ابو حنیفہؒ سے مطلقاً کراہت نقل کر چکے ہیں جیسا کہ حوالہ جات بالا سے معلوم ہوا۔ تو صرف تحریر الاقوال کے پیش نظر ان مقتدر فقہاء جن میں سے بیشتر قاسم بن قطلوبغہ سے متقدم ہیں کو ترک کرنا خلاف ضابطۂ فقہ ہے۔

نمبر ۷ سابعاً: امام ابو حنیفہؒ کے علاوہ حضرت امام مالکؒ نے بھی مطلقاً ستہ شوال کا انکار فرمایا ہے۔ اور علماء کو تاکید کی ہے کہ وہ اس سے منع فرمائیں اور یہ روزہ رکھنا بدعت گردانا ہے۔ تو اتنی صریح تحقیق جلیل القدر امام سے موطا جیسی معتبر کتاب میں منقول صرف تحریر الاقوال کی وجہ سے صرف نظر کرنا علماء ربانیین کی شان نہیں ہے۔

ثامناً نمبر ۸: جو روایت قرنِ اوّل میں غیر معروف اور غیر معمول بہ ہو جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے صنیع اور صراحت سے معلوم ہوا۔ بعد میں اسپر ترکِ عمل بہتر ہے۔ یہ کہنا قواعد علم کے خلاف ہے۔ کہ موطایا امام مالک کے ھم مقلد نہیں ہیں اوّلاً یہ دین کا مسئلہ ہے اور ثانیاً ہمارے امام سے بھی کراہت منقول ہے۔

نمبر ۹ تاسعاً: وجوہ کراہت، مصرح ہیں جبکہ نصاریٰ اور یہود نے اسطرح دین میں اضافہ کیا تھا اور اس کے اقدام سے عوام ثواب کی نیت سے بدعت کر سکتے ہیں کما ظھر عن الموطاء. اس لئے ایک مستحب کے بہانے کہیں بدعت جیسی وعید و سزا کا ارتکاب نہ ہو سکے۔

نمبر ۱۰ عاشراً: فقہاء اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر ایک امر بدعت

اور سنت کے درمیان دائر ہو جائے تو ترک اولیٰ ہے۔ کیونکہ کسی مستحب یا سنت کا انجام دینا فرض اور واجب نہیں ہے جبکہ بدعت سے اجتناب فرض ہے۔ ملک العلماء علاؤالدین کاسانیؒ کی تصریح ملاحظہ ہو۔ والفعل اذا تردد بین السنة والبدعة تغلب جهة البدعة لان الا متناع عن البدعة فرض ولا فرضية فى تحصيل السنة أو الواجب. (ج ۱ ص ۲۰۴ بدائع الصنائع، جامع الرموز ج ۱ ص ۲۷۵)

اھل علم کو ٹھنڈے دل سے اسپر بھی غور فرمانا چاہئے کہ جب امام مالکؒ ستہ شوال کو بدعت قرار دے رہے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ سے نقول صحیحہ کے ساتھ کراہت منقول ہے تو آخر اس مستحب کا کیا درجہ رہ گیا؟ قرونِ اولیٰ میں دین کے سب سے بڑے آئمہ جس عمل کو ناپسند فرمائیں بعد میں آنے والے اسے مستحب سمجھ کر کیا نیکی کمائیں گے۔ ملا علی قاریؒ نے ایسے ہی موقع پر ایک قاعدہ لکھا ہے کہ فيه اشارةٌ إلى ان كل سنة تكون شعار اهل البدعة تركها اولى. (مرقاۃ ج ۴، ص ۶۳)

یہ بات بھی سمجھنا ضروری تھا کہ اگر امام ابو حنیفہؒ کے مقابلے میں امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ کے اقوال مذہب نہیں بن سکتے۔ تفصیل کے لئے اعلام الاعلام بان الفتوىٰ مطلقاً على مذهب النعمان. جیسی کتب ملاحظہ فرمائی جائیں۔ تو آخر صاحبین سے مشائخ یا متاخرین کسی درجہ میں بھی قابلِ قبول نہیں ہو سکتے۔

وهذا لا يخفى على من له ادنى المام بمصطلحات

الفقهاء. باب ما جاء في صيام ستة ايّام من شوال حدثنا
احمد بن منيع نا ابومعاوية نا سعد بن ابن سعيد عن عمر
بن ثابت عن ابى ايوب قال قال رسول الله ﷺ من صام
رمضان ثم اتبعه بستٍّ من شوال فذالك صيام الدهر وفى
الباب عن جابر وابى هُريرة وثوبان قال ابو عيسى حديث
ابى ايوب حديث حسن صحيح وقد استحب قوم صيام
ستة من شوال لهذا الحديث وقال ابن المبارك هو حسن
مثل صيام ثلثة ايام من كل شهر قال ابن المبارك ويروى
فى بعض الحديث ويُلحقَ هذا الصيام برَمَضَان واختار ابن
المبارك ان يكون ستة ايام من اول الشهر وقد روى عن
ابن المبارك انه قال ان صام ستة ايام من شوال متفرقا فهو
جائز قال ابوعيسى وقد روى عبدالعزيز بن محمد عن
صفوان بن سُليم وسعد بن سعيد هذا الحديث عن عمر
بن ثابت عن ابى ايوب عن النبى ﷺ هذا وروى شعبة
عن ورقآء بن عُمر عن سعد بن سعيد هذا الحديث وسعد
بن سعيد هو اخو يحيى بن سعيد الانصارى وقد تكلم
بعض اهل الحديث فى سعد بن سعيد من قبل حفظه.

(ترمذی الجلد الاول ۱۵۹)

امام ترمذیؒ کے انداز تخریج سے معلوم ہوا کہ یہ روایت اور اس سے

مستفاد مسئلہ قرنِ اوّل سے کمزور چلا آرہا ہے۔ مثلاً روایت میں سعد بن سعید
اور عمر بن ثابت کا موجود ہونا عمر بن ثابت پر امام مالکؒ کا کلام بحوالہ استذکار
گذرا ہے اور سعد بن سعید تقریباً متفق علیہ ضعیف ہے جیسا کہ امام ترمذیؒ
نے فرمایا ہے۔ ابن المبارک کا یہ ارشاد کہ اگر شوّال میں رکھے اور متفرقاً
رکھے تو جائز ہے۔ معلوم ہوا کہ اوّلِ شوّال یا متتابعاً کی کراہت سب کے ہاں
موجود ہے نیز اسی حدیث پر امام ترمذی کے بڑے اور اوّلین شارحین میں
سے ابو بکر ابن العربیؒ کا کلام جس میں ستہ شوّال کے روزے کی ممانعت
بوجوہ مذکور تھی گذرا ہے۔

جبکہ اعلاء السنن اور معارف السنن کی عبارات کے جوابات بفضل
اللہ تعالیٰ اپنے محل میں دیئے جاچکے ہیں۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

اعلاء السنن اور معارف السنن کے بارے میں ایک وضاحت:

صوم ستہ شوال کے سلسلے میں اعلاء السنن میں اجمال پایا جاتا ہے اور
معارف السنن میں حضرت مولاناؒ نے امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کی طرف
کراہت کی نسبت نقل فرمائی ہے یہاں صیغۂ تمریض نہیں ہے کیونکہ ہر
جگہ صیغۂ مجہول برائے ضعف نہیں ہوتا ورنہ قرآن کریم کی آیت

واذا قیل لهم لاتفسدوا فی الارض

کے بارے میں کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا کہ یہ صیغۂ تمریض ہے ایک
صریح اور ثابت حقیقت کے لئے اس قسم کے صیغے برائے

تبیین ہوتے ہیں نہ کہ تمریض کیونکہ امام ابوحنیفہؒ سے کراہت کا نقل متوارث ہے اور امام مالکؒ سے موطا میں کراہت بلکہ شدت ممانعت اور حکم بالبدعت منقول ہے اس کو صیغہ تمریض کہنا رجال علم کی شان کے لائق نہیں ہے۔ خود حضرت مولاناؒ نے متاخرین علماء حنفیہ کے نقول کو "مضطربہ" فرمایا ہے قاسم ابن قطلوبغا کے بارے میں فرمایا" ولكن افرد هذا الموضوع" کہ گویا تنہا قاسم ابن قطلوبغا "تحریر الاقوال" میں شیخین سے اس کے استحباب کے درپے ہیں۔ (معارف السنن ج۵، ص ۴۴۳)

الحمدللہ معارف السنن سے بھی امام ابوحنیفہؒ کے قول کی تائید وضاحت سے ثابت ہوئی آگے مشائخ کا تذکرہ چونکہ اصل مذہب سے معارض ہے اسلئے اس سے اصل مذہب پر کوئی اثر نہیں پڑے گا جیسا کہ آگے چل کر تعاریض تصحیح اور آداب الافتاء کے ضمن میں ہم عرض کرنے والے ہیں۔

حدیث: من صَامَ رمضان وأتبعه بست من شوال، فكأنما صام الدهر، مسلم من حديث أبي أيوب، وجمع الدمياطي طرقه، وفي الباب عن جابر رواه أحمد بن حنبل وعبد بن حميد، والبزار، وعن ثوبان أخرجه النسائي وابن ماجه، واحمد والدارمي، والبزار، وعن أبي هريرة رواه البزار، من طريق زهير بن محمد عن العلاء عن أبيه عنه، ومن طريق زهير أيضًا عن سهيل عن أبيه عنه، وأخرجه

أبونعيم من طريق المثنى بن الصباح أحد الضعفاء عن المحرر بن أبي هريرة عن أبيه، ورواه الطبراني في الأوسط من أوجه أخرى ضعيفة، وعن ابن عباس أخرجه الطبراني في الأوسط أيضًا، وعن البراء بن عازب أخرجه الدار قطني. (تلخیص الحبیر فی تخریج أحادیث الرافعی الکبیر ج ۲، ص ۲۱۴)

ان تمام روایات کا حاصل یہی ہے کہ اصلاً ان میں عمر بن ثابت مدنی، سعید بن سعید بن قیس اور بعض میں ابن لھیعہ، موجود ہے۔ چونکہ متکلم فیہ اور ضعیف رجال ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کا کلام بابت مذہب مالکؒ اور مذہب حنفیہ اهل الجهالة لو رأوا اهل العلم انهم لايشددون في ترك هذه الصيام لأدخلوها في رمضان كما زاد اهل الكتاب في الصيام......

شیخ الحدیث مزید لکھتے ہیں۔ اعلم أن صوم ستة من الشوال مختلف عندالأئمة. آگے وجوہ کراہت مفصل مذکور ہیں۔

مذہب مالکیہ کے بارے میں فرماتے ہیں "ان شراح الحديث المالكيون أطلقوا الكراهة، وأجابوا عما يرد من الروايات، فالظاهر هو المذهب المختار عندهم. (أوجز المسالک ج۵، ص ۱۷۳)

یعنی مذہب مالک کے شارحین حدیث نے ستہ شوال کو مطلق مکروہ کہا ہے اور اس سلسلے میں جو روایات آئی ہیں ان کے جوابات دیئے ہیں پس مختار مذہب مالکیہ کا وہ ستہ شوال کے مکروہ ہونے کا ہے۔ "حنفیہ کے بارے

میں لکھتے ہیں۔

"واما الحنفية فاختلف النقول عنهم واختلف أهل فروعهم فى ذلك، ففى "البحر الرائق" ومن المكروه صوم ستة من شوال عند أبى حنيفة متفرقًا كان أو متتابعًا، وعن أبى يوسف كراهة متتابعًا لا متفرقًا لكن عامة المتأخرين لم يروا به باسا، انتهى وعدها فى "نورالايضاح" وشرحه "مراقى الفلاح" من المندوبات، وفى "البدائع" ومنها (أى المكروهات) أتباع رمضان بست من شوال، كذا قال ابو يوسف كا نوا يكرهون أن يتبعوا رمضان صومًا خوفًا أن يلحق ذلك بالفرضية، وكذا قال ابويوسف كانوا يكرهون أن يتبعوا رمضان صومًا خوفًا أن يلحق ذلك بالفرضية، وكذا روى عن مالك. (ج۵، ص ۱۷۳، اوجز المسالک)

واضح رہے کہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے بھی حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ سے مطلق کراہت نقل فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ وقال مالك وابوحنيفة يكره ذلك. البتہ امام شافعی امام احمد اور داؤد ظاہری اور ان کے موافقین سے بحوالہ "نووی" استحباب نقل کیا ہے۔ اَوجز حوالہ بالا۔

اکثر حضرات نے جو استحباب یا مندوبیت نقل کی ہے خواہ وہ علماء

احناف ہوں یا اور ہوں یہ سب شوافع وحنابلہ محدثین سے متاثر ہونے کی بات ہے ورنہ خود مذہب حنفیہ میں جب امام المذہب سے کراہت منقول ہے جیسا کہ متعدد معتبر کتب کے حوالہ سے نقل کیا گیا تو کہیں اور جانا جائز نہ تھا۔ الضیاء المعنوی شرح مقدمۃ الغزنوی میں ہے کہ احناف کا فتویٰ ہمیشہ کراہت کا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن عابدین اور دیگر متاخرین نے مشائخ کے حوالہ سے کلمۃ لاباس کے ساتھ جواز نقل کیا بلکہ بعض حضرات نے استحباب ندب یا سنیت کا قول کیا ہے۔ مگر اسپر فتویٰ دینے سے احتراز فرمایا۔ چنانچہ الضیاء المعنوی کی عبارت ملاحظہ ہو۔

"وذكر فى الفتاوىٰ كراهيتها صوم ست من شوال" (الضیاء المعنوی ص ۳۴۰) قالوا صوم ست من شوال من اليوم الثانى مندوب ونقلوا فيه حديثا عن ابى ايوب الانصارى ان رسول الله ﷺ قال من صام رمضان ثم اتبعه بست من شوال كان كصيام الدهر رواه مسلم والترمذى وابوداؤد ولفظه كانما صام الدهر قال الشيخ الاكبر فى الفتوحات المكية هذا الحديث عندى ليس صحيحا ومع هذا ليس تركيبه على قاعدة النحو لان لفظ الست صفة للصيام فينبغى ان يكون ستة بالتاء ولا يوسوسك ان اسناده صحيح من مرويات مسلم لان صحة الاسناد لا يدفع الوهم ولعل الشيخ الاكبر قدس

سره عرض على رسول الله ﷺ فلم يجده صحيحا ثم
الحديث لو صح لا يدل على افضليته هذه الصيام نصالانه
يحتمل ان يكون وجه الشبه بصوم الدهر الكراهة لا
الندب. (رسائل الارکان ص ۲۲۶)

شیخ اکبرؒ کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

قد تقدّم ذكر الخلاف في وقتها وفى هذا الخبر عندى
نظر لكون رسول الله ﷺ لم يثبت الهاء فى العدد اعنى
فى الستة فقال وأتبعه ستا من شوّال وهو عربى والايام
مذكرة والصوم لا يكون الا فى اليوم وهو النهار فلا بدّ
من اثبات الهاء فيه فهذا سبب كون الحديث منكر المتن
مع صحة طريق الخبر. (الفتوحات المکیہ ج ۱ ص ۶۳۸)

رسائل الارکان کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اس حدیث سے
استحباب کے بجائے کراھیت ثابت ہوتی ہے کیونکہ صوم الدھر بصوصِ
صریحہ منع فرمائی گئی ہے جیساکہ صحیح مسلم کے حوالہ سے گذرا ہے نیز محی
الدین ابن عربیؒ جو اولیاء اللہ کے سرخیل اور سیّد الطائفہ ہیں وہ بھی اس
حدیث کو منکر اور ضعیف فرما چکے ہیں۔ گویا علماء اور اولیاء کا ان روایات کے
ترک پر اتفاق معلوم ہو رہا ہے۔ جو اس کے استحباب کے بجائے کراھیت کا
قرینہ ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واکمل۔

قد یرد الحدیث مع صحۃ سندہ:

قال القرطبیؒ "قال علماء نا وهذا الحديث وان صح سنده
فيرده مع يعلم على القطع والبتات." (تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۱۵)

والامام مالکؒ احيانا يرد الاحاديث الصحاح بعمل اهل
المدينة. (تفسیر قرطبی ج ۱، ص ۹۵)

حضرت امام مالکؒ عمل اہل مدینہ کو سرچشمہ ہدایت سمجھتے ہیں اور
چونکہ اپنے زمانے میں انہوں نے حرمین شریفین میں نہ تو کسی مسلمان سے
حدیث ستۃ شوال سنی اور نہ کسی مسلمان کو یہ چھ روزے رکھتے ہوئے دیکھا
ہے۔ تو اس وجہ سے امام مالکؒ علماء کو تاکید فرماتے تھے کہ عوام کو اس سے
روکیں اور ان روزوں کے عمل کو بدعت اور دین میں اضافہ سمجھتے تھے۔ ہم
نے الجامع لاحکام القرآن کے حوالہ سے یہ چند ضابطے اس لئے نقل کئے
تاکہ مؤطاء کی عبارت جو امام مالکؒ کا دوٹوک فیصلہ ہے وہ اہل علم کے سامنے
واضح ہو سکے۔ اس سے پتہ چلا کہ علامہ ابن عبدالبر مرحوم نے اگرچہ سنداً
اور متناً اور خارجی احوال کو وجہ بنا کر امام مالکؒ کے قول کی تنقیح فرمائی مگر یہ
اصل بنیاد (جو امام مالکؒ کے مذھب کے مقابلے میں قاطبتا علما کو معلوم ہے
تاکہ اس معاملے میں علامہ مغربیؒ سے ذھول ہو گیا۔ وما كان ربك نسيا.
غور کرنے کا مقام ہے کہ امام اہل المغرب حجاز مقدس کا امام مالکؒ بھی منع
فرما چکے ہیں۔ اور امام اہل المشرق وامام سائر الدنیا امام ابو حنیفہؒ بھی مکروہ
سمجھتے ہیں تو روایات بابت ستۃ شوال صرف ضعیف نہیں بلکہ متروک ہیں۔

وكم من فرق بين الضعيف والمتروك كما لا يخفى على من له المام بمصطلحات الحديث والفقه. محدثین اور فقہاء اس پر متفق ہیں کہ جو روایت، قرونِ اولیٰ میں متروک ہو چکی ہے بعد کے زمانوں میں اس پر عمل جائز نہیں ہے۔ جبکہ یہاں تو امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ نفسِ کراہت کے قول میں امام ابو یوسفؒ بھی متفق ہیں گویا کہ شیخانِ امامان۔ یعنی امام اھل مدینہ وامام اھل عراق کے اتفاق کے بعد شیخان مذھب حنفیہ امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ بھی مطلقاً ومتابعاً اس کی کراہت پر متفق ہیں۔ اب بھی اگر ہمارے بعض کرم فرماؤں کو یہ مذھب قوی یا مطابق حدیث اور مذھب حنفی کا قول مختار معلوم نہیں ہوتا تو ہم معذرت خواہ ہیں۔

تیرا جی نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں
آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے

ولنعم ما قال الشاعر العربی.

وان کنت لاتدری فتلك مصيبة.
وان کنت تدری فالمصيبة اعظم.

امام ابو حنیفہؒ سے ستۃ شوال کے صوم کی کراہت تو تقریباً متواتر ہے اس وجہ سے اکثر فقہاء اجلہ جیسے صاحب بحر (ابن نجیم) ملک العلماء علامہ علاؤالدین کاسانی صاحب البدائع نے ستۃ شوال کو مکروھات ہی میں شمار فرمایا ہے۔ یہی حال ھندیہ اور دیگر معتبر فتاویٰ کا ہے۔ بلکہ "الضیاء المعنوی" کے حوالہ سے تو یہ تصریح بھی آچکی ہے کہ فتویٰ کراھیت ہی کا ہوگا۔ بعض

حضرات نے اگر تسامحاً یا بنا بر قول مشائخ متاخرین اس کو مندوب کہا جیسے درمختار کی عبارت ہے۔ کہ "وندب تفريق صوم ست من شوال" اسپر علامہ سید احمد طحطاوی علی الفور کوھستانی کی تصحیح نقل کرتے ہیں "قال الكوهستاني صوم ست من شوال يكره مطلقا عنده. ومتابعا عند ابی یوسف." (طحطاوی علی الدر ج اص ۴۷۰)

علامہ ابن عابدینؒ کا بابتِ صوم ستۃ شوال موقف محل نظر ہے اور یہ شکوہ علامہ موصوف سے کبار فقہاء کو رہا ہے۔ کہ وہ بعض اوقات غیر مصحح قول کے تصحیح کے درپے ہو جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو "کتاب التعلیم والارشاد" کی عبارت "وابن عابدین یعنی صاحب ردالمحتار علی سعته وضخامته ترك اكثر المواضع من غير تحرير وغفل عن التنبيه على اكثر ما فيه من الاغلاط والعذر له في ذلك انه ينقل من كتب المذهب ما تيسر له النقل فاذا لم يجد سكت فان تكلم شيئا من عند نفسه خانته قواه. (مقدمة القلوری ص ۱۳، لدکتور غلام مصطفی السندی من کبار علماء هذالعصر.)

علامہ ابن عابدینؒ مرحوم نے قاسم ابن قطلوبغاؒ کے تحریر الاقوال پر اعتماد فرمایا ہے۔ مگر یہ واضح نہ ہو سکا کہ تحریر الاقوال آج تک کسی نے دیکھی ہے ومن ادعی فعلیه البیان. ثانیاً جب جماھیر فقہاء حنفیہ امام ابو حنیفہؒ سے مطلقاً کراھت نقل فرما چکے ہیں جیسا کہ فتاویٰ معتبرہ اور دیگر کتب فقہ سے صراحتاً ثابت ہے۔ تو علامہ قاسمؒ، علامہ تبانی کارڈ کیسے فرماتے ہیں کیونکہ

رجال الحنفیہ قاطبتاً علامہ تبانی کے موقف کے مؤید ہیں ثالثاً ایسا کوئی قاعدہ نہ ابن عابدین نے نقل کیا اور نہ کسی اور نے کہ قاسم ابن قطلوبغا کو فقہ کے معروف اور مصدقہ مسائل کے انکار کرنے کا حق ہے رابعاً قطلوبغا مرحوم نے اپنے شیخ محقق علی الاطلاق حافظ ابن ھمام مرحوم کے بارے میں فرمایا ہے۔ کہ وہ کبھی کبھی خروج عن المذھب وجنوح إلی اھل الحدیث کرتے ہیں۔ (کما ظھر من کتاب الحج من ردالمحتار) مگر اب معلوم ہوا کہ خود قطلوبغا مرحوم خود بھی کبھی اس کا ارتکاب فرماتے ہیں۔

این گناہ یست کہ در شہر شما نیز شود۔

واضح رہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ صاحب المذھب سے صحیح نقل کے ساتھ کہیں بھی ستہ شوال کا استحباب مروی نہیں ہے بلکہ امام ابو یوسفؒ بھی ان کے ساتھ ہیں جیسا کہ تمام کتب معتبرہ عن ھذا المیدان سے واضح ہے "مشائخ متاخرین" (جو کہ نہ معلوم ہیں کا قول اگر اس کو کہیں اصح یا مختار کہا گیا ہے تو یہ حسب قاعدہ فقہ حنفی خلاف مذھب ہے۔ چنانچہ حلبی کبیر شرح منیۃ میں ہے "جعل العلماء الفتوىٰ علی قوله فی العبادات مطلقًا۔" (حلبی کبیر ص ۲۶) خود ابن عابدین مرحوم "شرح العقود" میں فرماتے ہیں۔ ثم الفتوىٰ علی الاطلاق علی قول ابی حنفیہ" (شرح العقود ص ۱۹) بلکہ یہاں تک وضاحت موجود ہے اگر امام ابو حنیفہ کے مقابلے میں امام ابو یوسف یا امام محمد یا کسی اور امام کے قول پر فتویٰ دیا گیا۔ "فلیس حکمًا" تو یہ حکم، حکم شرع ہو گا ہی نہیں۔

یہی قاعدہ علامہ ابن عابدین مرحوم نے ردالمحتار کے مقدمہ میں لکھا ہے ملاحظہ ہو۔ والاصح کما فی السراجیه وغیرها أنه یفتی بقول الامام علی الاطلاق. (الخ) اس کی شرح میں ابن عابدین فرماتے ہیں۔ ثم الفتوىٰ علی الاطلاق علی قول ابی حنفیة۔ (الخ) علی الاطلاق کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں "ای سواء انفرد وحده فی جانب أولا کما یفید کلام السراجیه. (الخ) مزید فرماتے ہیں کہ امام کے قول کو چھوڑنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ وکذا لا تخیر لو کان احدهما قول الامام لا نه لماتعارضا التصحیحان تسا قطا فرجعنا إلی الاصل وهو تقدیم قول الامام بل فی شهادات الفتاوی الخیریه المقرر عندنا أنه لا یفتی ویُعمل إلا بقول الامام ألاعظم. ولا یُعدل عنه إلی قولهما اوْ قول أحدهما أوغیرهما. مزید فرماتے ہیں۔ وأن صرّح المشائخُ بأن الفتوىٰ علی قولهما لأنه صاحبُ المذهب والامام مقدم. مزید "بحر" اوقات الصلوۃ اور کتاب القضا کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ یحل الافتاء بقول الامام بل یجب وإن لم یُعلم من أین قال. مقدمه ردالمحتار لا بن عابدین. (ص ۷۲) اس عبارت کے چند فوائد ملاحظہ ہوں۔

(۱) مذھب حنفی امام ابو حنیفہؒ کے اقوال واجتہاد کا نام ہے۔

(۲) امام ابو حنیفہؒ کا قول کسی کے لئے ترک نہیں کیا جائے گا اور اس میں کسی کا اختیار نہیں چلے گا۔

(۳) امام صاحب کے قول کی موجودگی میں دیگر اقوال ساقط ہوں

گے اور امام کے قول کو ترجیح ہو گی کیونکہ وہی مذہب ہے اور وہی اصل ہے۔

(۴) فتویٰ اور عمل صرف امام اعظمؒ کے قول پر ہو گا۔

(۵) امام صاحب کا قول چھوڑ کر صاحبین یا کسی اور کے قول پر فتویٰ اور عمل جائز نہیں ہے۔

(۶) اگرچہ مشائخ حنفیہ صاحبین کے قول پر فتویٰ بھی دے چکے ہوں تب بھی مذہب امام اعظمؒ کے قول اور اجتہاد کا نام ہے۔

(۷) فتویٰ امام کے قول پر دینا جائز ہے بلکہ واجب ہے۔

(۸) اس تحقیق اور تجسس کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ امام نے یہ قول کہاں سے اختیار کیا ہے۔

(۹) جب امام کے قول کے سامنے صاحبین کے اقوال مرجوح ہیں اور اُن پر فتویٰ اور عمل منع ہے تو مشائخ حنفیہ کے قول پر امام صاحب کا مذہب چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

(۱۰) زیر بحث مسئلہ میں بھی الحمدللہ ہمارا موقف امام اعظم کے قول کی تائید و تشریح ہے اسلئے ہم اپنے مذہب کے مطابق عمل پیرا ہیں۔

اور دوسری تحریرات و فتاویٰ کا ٹھکانہ کم از کم مذہب حنفی نہیں ہے۔ تلك عشرة كاملة

مدعی گو برو و نکتہ بحافظ مفروش
کلکِ ما نیز زبانے و بیانے دارد

امام ابو حنیفہؒ کے اقوال کی یہ وقعت اور اساس مذہب ہونے کی وجہ ان کے شاگردِ خاص امام بخاریؒ اور امام مسلم کے شیخ المشائخ۔ فقہاء اور اولیاء کے سرتاج امام عبداللہ ابن المبارکؒ فرماتے ہیں:

کہ چونکہ امام ابو حنیفہؒ نے خود صحابہ کو دیکھا ہے۔ اور تابعین کے ساتھ مکر کے فتاویٰ دیئے ہیں۔ اسلئے ان کا قول مضبوط اور مستحکم ہے۔

قال عبدالله ابن المبارك لأنه رائ صحابة وزاحم التابعين فی الفتویٰ فقوله أشدوأ قوىٰ. (مقدمہ ردّ المحتار ص ۷۱، ۷۰)

مشہور فقیہ محمد خالد الاتاسی لکھتے ہیں امام ابو حنیفہؒ کے قول ہی کا اعتبار ہو گا۔ کیونکہ ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی وغیرہ مزید لکھتے ہیں اسلئے محقق ابن ہمامؒ نے بعض ان مشائخ کا رد کیا ہے جنہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے مقابلے میں صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔

"ما قلنا فی مسئلة قولا الا وهو رواية عن ابی حنيفة فلم يتحقق اذا جواب ولا مذهب الا له كيفما كان وما نسب الى غيره الا بطريق المجاز للموافقة فان قلت اذا رجع المجتهد عن قول لم يبق قولا له فاذا كان كذلك فما قاله اصحابه مخالفين له فيه ليس مذهبه فحينئذ صارت اقوالهم مذاهباً لهم مع أنّا التزمنا تقليد مذهبه دون مذهب غيره ولذا نقول ان مذهبنا حنفى لا يوسفى ونحوه." (شرح المجلۃ ج ۱ ص ۵۸، ۵۹)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ فتویٰ امام ابو حنیفہؒ کے قول پر ہوگا۔ بغیر کسی دلیل شرعی کے صاحبین یا مشائخ کے قول پر فتویٰ دینا خلاف مذہب ہے اور اس کے مستقل دلائل موجود ہیں۔

ولذا ردالمحقق ابن الهمام على بعض المشائخ حيث افتوا بقول الامامين بانه لا يعدل عن قول الامام الا لضعف دليله. (بنوع تلخیص من ردالمحتار شرح المجلۃ ج ۶ ص ۵۹)

اس لئے محقق علی الاطلاق ابن الھمام مرحوم نے ان مشائخ حنفیہ کا رد کیا ہے جنہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے مقابلے میں صاحبین یا کسی اور کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔

ثم ان الاقوال واردة فيها فما اتفق عليه آئمتنا الثلاث لا يجوزو لو للمجتهد فى مذهبهم أن يقول برأيه فما بالك فى غيره وان اختلفوا يقدم ما اختاره الامام ابو حنيفه سواء وافقه احد اصحابه أم لا. (ج ۶، ص ۶۲ شرح المجلہ)

ہمارے آئمہ ثلاثہ کے اتفاق کے بعد کسی اور طرف جانا قطعاً ناجائز ہے اور امام کے قول کی موجودگی میں صاحبین کی طرف جانا بھی جائز نہیں چہ جائیکہ مشائخ حنفیہ یا کسی اور کے رائے اور قول کو قابل عمل سمجھا جائے۔ اور ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا۔ چنانچہ ان فقہی ابحاث سے واضح ہوا کہ چونکہ ستہ شوال کے روزے میں امام ابو حنیفہؒ کے قول اور ارشاد کا ترک لازم آتا ہے اور یہ تصریح موجود ہے کہ امام سے قول بالکراھیت منقول ہے۔

جبکہ استحباب مشائخ حنفیہ کی رائے ہے۔ اسلئے مشائخ کو ترک کرنا پڑے گا اور عمل بقول امامؒ ضروری ہوگا۔ كما هو مقتضى المذهب والقواعد الفقيه مفصلة ومدللة.

جواب فتویٰ میں مولوی صاحب محترم نے لکھا ہے شوال کے چھ روزوں سے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی صحیح سند کے ساتھ حدیث کی مستند کتابوں میں موجود ہے۔ عن ابى ايوب عن رسول الله ﷺ قال من صام رمضان ثم اتبعه ست من شوال فذاك صيام الدهر. رواه الجماعت الا البخارى والنسائى. (نیل الاوطار ج ۴ ص ۱۲۰، اعلاء السنن الجزء ۹، ص ۱۷۷)

واضح رہے کہ یہ روایت صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۶۹، پر موجود ہے۔ جس میں سعد بن سعید بن قیس حد درجہ ضعیف اور غیر معتمد ہے۔ چنانچہ المنھل میں ہے لانه فيه سعد بن سعيد وفيه مقال. (ج ۱۰، ص ۱۹۱)

نیز دوسرا راوی عمر بن ثابت ہے جن کے بارے میں مولوی صاحب کے دیئے ہوئے حوالے تیس جلدوں والے استذکار میں لکھا ہے۔ واظن الشيخ عمر بن ثابت لم يكن عنده ممن يعتمد عليه. (استذکار ج ۱۰، ص ۲۵۹)

نیز اس روایت کے موقوف و مرفوع ہونے کا اضطراب بھی موجود ہے۔ (استذکار ج ۱۰، ص ۲۵۸) روایت کے متن کو بھی منکر کہا گیا ہے۔ (فتوحات مکیہ ج ۱ ص ۶۳۷)

علاوہ ازیں مفصل بحث فی الاسناد بفضل اللہ تعالیٰ گزشتہ صفحات میں
گذر گئیں اسلئے یہ کہنا کہ یہ صحیح السند ہے، علم الاسانید والرجال سے
ناواقفیت کی بات ہے

کل من یدعی حب لیلی
ولیلی لا تقر لھم بذاک

آگے لکھتے ہیں کہ فقہ حنفی کی معتبر کتابوں نے بھی ان روزوں کو مستحب
وسنت قرار دیا ہے اور تنویر الابصار اور الدر المختار کے حوالے سے ندب،
استحباب یا تسنن کی عبارات نقل کی ہیں۔ اولاً تو اس سے زیادہ معتبرات جیسے
البحر الرائق، بدائع الصنائع، فتاویٰ کوھستان، جامع الرموز وغیرہ میں بشمول
فتاویٰ ھندیہ کے ان روزوں کو مکروھات میں سے گنا ہے۔ جو کہ ہر اعتبار
سے قوی اور مؤید بالدلائل ہے جیسے تفصیلاً گذرا ہے۔ ثانیاً اس کو بھی آگے
چل کر لاباس کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جو اصلاً خلاف اولیٰ کے لئے آتا ہے۔
جیسا کہ ہم پہلے بحوالہ ذکر کر چکے ہیں۔ ثالثاً۔ ان اقوال کا اساس متاخرین یا
قاسم بن قطلوبغا کی تحریر الاقوال ہے۔ جن سے علی التحقیق ثبوت مشکل ہے
۔ کما ذکرنا قبل ذلك مفصلاً ومدللاً. لمن كان له قلب او ألقى
السمع وهو شهيد. رابعاً۔ صاحب مذہب حضرت امام اعظمؒ سے کراھت
مروی ہے۔ اور بہ قواعد الافتاء کے مطابق امام صاحب کے مقابلے میں مشائخ کا
قول مرجوح ہوتا ہے۔ اسلئے ندب یا استحباب کا ثبوت مشکل ہے۔ مزید لکھتے
ہیں کہ "محترم جناب مولانا صاحب کے فتویٰ میں فتاویٰ عالمگیری اور البحر

الرائق کے حوالے سے جو ان روزوں کو مکروہ کہا گیا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ
انہوں نے فتاویٰ عالمگیری کی آدھی عبارت نقل کر کے استدلال فرمایا
ہے۔ کاش وہ بعد والی عبارت بھی پڑھ لیتے۔)
جس میں اصح قول کے مطابق کراھت کو مسترد قرار دے کر
استحباب کو ثابت کردیا ہے"۔ آگے مولوی صاحب محترم نے فتاویٰ
عالمگیری کی عبارت نقل فرمائی ہے۔ سو واضح رہے چونکہ یہ اقوال مشائخ
کے ہیں خود امام صاحب سے عالمگیری میں بھی مطلقاً کراھت نقل ہے۔ اور
حضرت امام ابو یوسفؒ کے متابعاً کراھت منقول ہے۔ آگے "والاصح انه
لا بأس به" جبکہ لاباس بہ کا اصل وضع خلاف اولیٰ کے لئے ہے جیسا کہ
فقہاء کرام جانتے ہیں مزید انہوں نے ان روزوں کا استحباب متفرقاً یعنی ہر
ہفتے میں دو رکھنے کا قول فرمایا ہے۔ اور یہ مابہ النزاع سے خارج ہے اور محترم
مولوی صاحب کو مفید نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مطلقاً یعنی متابعاً و متفرقاً جواز کے
قائل ہیں اسلئے عالمگیری کا حوالہ اپنے لئے مفید سمجھنا ناقابل فہم ہے نیز
کراھت کو مسترد قرار دیکر استحباب ثابت کرنا مقلد کے دائرہ اختیار سے باہر
ہے امام ابو حنیفہؒ کے قول کو رد کرنے کا اختیار امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کو نہیں
ہے چہ جائیکہ مشائخ کے قول سے وہ رد ہو سکے۔ یہ بھی مولوی صاحب کی
طرف سے نرالا اقدام ہے ورنہ عالمگیری میں رد و قدح کا کوئی کلمہ نہیں۔
ومن شاء فليرجع إليه۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

یہی حال البحر الرائق کا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ. کلمۃ لاباس کے بارے میں
مولوی صاحب محترم کا یہ لکھنا (کہ غیر متعلقہ مقام پر پیش کیا گیا ہے) باعث
تعجب ہے کیونکہ یہ تو فقہی قاعدہ ہے جو حسب ضرورت پیش کیا جاتا ہے۔
نیز کلمة لا بأس قد، تستعمل فی المندوب. کی عبارت محل نظر ہے۔
دیکھئے کتاب الجنائز اور کتاب الجہاد من البحر الرائق۔ نیز اگر کہیں اور کبھی
بقول مولوی صاحب کے سیاق وسباق کے مناسبت سے استعمال بھی ہوا ہو
مگر یہاں چونکہ کراہت امام ابو حنیفہؒ سے مصرح ثابت ہے تو اس کے
مقابلے میں کلمۃ لاباس خلاف اولیٰ ہی کے لئے ہے۔ نہ کہ استحباب وندب
کے لئے۔ مزید لکھتے ہیں کہ "فتح القدیر کی عبارت ہم نے ناقص نقل کی"
جبکہ محترم موصوف نے خود بھی نقل کرتے ہوئے اساسی جگہ جو ان کی
تحقیق کیلئے مضر تھی نقل نہیں فرمائی۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔ "صوم ستة
من شوال عن ابی حنیفة وابی یوسف کراهت" محقق ابن الھمام نے
شیخین سے مطلق کراہت نقل فرمائی ہے۔ مزید لکھتے ہیں وعامة المشائخ
لم یروا به بأسا. آگے فصل اور وصل وغیرہ کی صورتیں نقل فرما کر قول
کراہت کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وجه الكراهت أنه قد يفضى إلى
اعتقاد لزومها من العوام لكثرت المداومة ولذا سمعنا من يقول يوم
الفطر نحن الى الآن لم يأتي عيدنا أو نحوه فاما عندالامن من ذلك فلا
بأس لورود حديث به. (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۷۰، ۲۷۱)

کراہت کی وجہ یہ ہے کہ کبھی یہ روزے لزوم کے اعتقاد کو پہنچتے
ہیں عوام اگر کثرت سے رکھنا شروع کر دیں۔ چنانچہ ہم نے ایسے لوگوں سے
سنا ہے جو کہتے تھے کہ عید الفطر ہماری عید نہیں ہے بلکہ چھ روزے رکھنے
کے بعد ہماری عید آئے گی۔ اور اگر ان چیزوں سے امن ہو جائے تو مباح
ہے بوجہ روایت وارد ہونے کے "محقق" کے کلام سے چند باتیں معلوم ہوئی
ایک کراہت کا قول دعویٰ بلا دلیل یا دعویٰ کاذبہ نہیں ہے بلکہ یہ فقہ کا
مضبوط و مستحکم فیصلہ ہے۔ نیز عوام کے اعتقاد کو اس سے نقصان پہنچ سکتا
ہے۔ یہاں تک کہ شریعت کی مقرر کردہ عید کو عید ہی نہ سمجھا جائے اور چھ
روزے رکھنے کے بعد عید تصور کی جائے۔ اتنے بڑے خطرات جب اُن علم
وعمل کے محترم زمانوں میں موجود تھے تو بعد میں کیسے اور کب یہ خطرات
ٹل گئے۔

نہ پہنچ سکے گا کبھی منزل حقیقت پر
صراط عشق میں جو تیز گام ہو نہ سکا

محترم نے فتح القدیر کی عبارت وعامۃ المشائخ سے شروع فرمائی اور
ناقص نقل کرنے کا الزام ہمیں دیا

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

محقق ابن الھمامؒ نے وجہہ الکراہت سے امام ابو حنیفہؒ، امام
ابو یوسفؒ کے قول کراہت کے تائید و توضیح فرمائی ہے اور عوام الناس کا اس
سلسلے میں سوءِ اعتقاد اور سوءِ اقوال نقل فرماتے ہیں اور کلمۃ لاباس سے فقہا

وحدیثاً کچھ بنتا نہیں اور حدیث سنداً ومتناً متکلم فیہ ہونے سے قرنِ اوّل ہی
سے متروک اور منکر رہی جیسے کہ گزشتہ ابحاث سے مفصل معلوم ہوا ہے۔

مولوی صاحب محترم کا یہ ارشاد فرمانا کہ (ایک صحیح حدیث کی
موجودگی میں جس کو جمہور امت نے قدیماً وحدیثاً تسلیم کیا ہو۔ حضرت امام
مالکؒ کے قول جو کہیں بھی مرفوع روایت سے موید بھی نہیں ہے ترجیح دینا
اصول کے خلاف ہے) سو عرض ہے کہ روایات اس باب میں جتنی وارد ہیں
وہ سنداً ومتناً ضعاف اور متکلم فیہا ہیں۔ جیسا کہ مفصل گذر گیا۔ حضرت امام
مالکؒ کے منع کرنے اور امام ابو حنیفہؒ کے مکروہ فرمانے کے بعد اُس کو جمہور
امت کے ہاں مسلمہ کہنا آداب علم اور دیانت تحقیق کے سراسر خلاف ہے
امام قرطبیؒ کے حوالہ سے یہ قاعدہ گزرا تھا کہ جس مسئلہ پر امام ابو حنیفہؒ وامام
مالکؒ متفق ہو جائیں تو ان کے بعد کسی اور کے قول کا کوئی وزن اور قیمت
نہیں رہتی۔ جیسا کہ بحوالہ تفصیلاً گزرا ہے بلکہ امام مالکؒ تو صرف روایت
نہیں بلکہ حرمین شریفین اور بالخصوص اہلِ مدینہ کا تعامل اُن کے ردّ کرنے
کے لئے پیش فرما چکے ہیں پھر موطا امام مالک جو بخاری ومسلم کا اصل اساس
ہے۔ ملاحظہ ہو عجالہ نافعہ اور "الحطہ فی ذکر صحاح ستۃ" مزید مولوی
صاحب محترم کا یہ ارشاد فرمانا (اور جو لوگ مسلکاً مالکی بھی نہ ہوں اُن کا یہ کام
انجام دینا تو باعثِ حیرت بھی ہے) سو عرض یہ ہے کہ اگر مسلک کی پابندی
آپ مضر سمجھتے ہیں تو بخاری ومسلم کے حوالے دینا بھی جناب پیش نہیں
فرما سکیں گے۔

ے حفظت شیأ وغابت عنك أشياء

ایسے موقع پر کہا گیا ہے۔ مزید اُن کا یہ لکھنا کہ (امام مالکؒ نے مطلقاً
منع تو نہیں فرمایا ہے بلکہ ان روزوں کو ضروری اور فرض قرار دینے کو منع
فرمایا ہے) باعثِ حیرت ہے کیونکہ امام مالکؒ فرماتے ہیں "انه لم یر احدا من
اهل العلم والفقه یصومها" یعنی میں نے کسی عالم اور فقیہ کو یہ روزے
رکھتے ہوئے دیکھا نہیں، مزید لکھتے ہیں "ولم یبلغنی ذلك عن احد من
السلف" یعنی گزشتہ بزرگوں یعنی صحابہؓ وتابعین سے یہ عمل ہمیں نہیں پہنچا
ہے۔ مزید فرماتے ہیں "وأن اهل العلم یکرهون ذلك ویخافون بدعته"
کہ اہلِ علم ان روزوں کو مکروہ اور ان سے ایسا ڈرتے ہیں جیسا بدعت سے
ڈرتے ہوں کیونکہ جاہل اور ناسمجھوں کو اگر اس کی اجازت اہل علموں نے
دی تو وہ ان کو رمضان شریف سے ملا دیں گے۔ (موطا ص ۲۵۶) غور فرمایا
جائے کہ ان عبارات واضحہ سے کسی قسم کا جواز یا اباحت کا بھی کوئی پہلو نکلتا
ہے؟ اپنی طرف سے فرض یا ضروری کے پیوند لگانے سے چودہ سو سال کے
متفقہ مسئلہ کی اصل حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا

ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق
خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

آگے مولوی صاحب موصوف نے مذہب مالکؒ کے ایک مقلد
علامہ ابن عبدالبر مرحوم کی عبارات استذکار سے اپنے منشاء کے مطابق توڑ
مروڑ کے پیش فرمائی ہیں جو ان کی کمالِ دیانت اور پاس تفقہ کا آئینہ دار ہے۔

مزید استذکار کی عبارتیں پیش کرتے ہوئے حضرت والا نے تمیں
جلدوں کا بھی بارُعب صنیع اختیار فرمایا ہے۔ مگر علامہ ابن عبدالبر کا منشاء
سمجھنے کی کوشش مطلقاً نہیں فرمائی ہے۔ مثلاً ابن عبدالبر لکھتے ہیں "والذی
کرهه له مالك أمر قد بينه واوضحه" یعنی امام مالکؒ کا ستہ شوال کے
روزوں کو مکروہ سمجھنا بالکل واضح اور روشن ہے تاکہ رمضان شریف کے
فرضوں کے ساتھ غیر ضروری چیزوں کو عوام نہ ملائیں مزید لکھتے ہیں
"وكان رحمه الله متحفظاً كثير الاحتياط الدين" کہ حضرت امام مالکؒ
دین کے محافظ اور محتاط تھے۔ ان عبارات سے علامہ ابن عبدالبر نے موطا کی
بھرپور تائید اور حمایت فرمائی ہے جس کا نتیجہ صاف ظاہر ہے مزید علامہ
مرحوم کا یہ لکھنا کہ فان مالكا لا يكره ذلك. اس کے ضُعف کے لئے کلمہ
ان شاءاللہ کافی ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے مزید لکھا ہے کہ چونکہ اس
روایت کے راوی عمر بن ثابت مدنی ہیں اور امام مالکؒ ان کو معتمد نہیں سمجھتے
تھے اسلئے امام مالکؒ نے ایسے لوگوں سے اور بعض شیوخ سے احادیث لینا
ترک فرمایا ہے۔ (استذکار ج ۱۰، ص ۲۵۹) اگر امام مالکؒ کسی درجہ میں ان
روزوں کو مستحب سمجھتے تو علامہ ابن عبدالبر مرحوم کو اتنے وجوہ اور
تاویلات پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات

محترم ومکرم مزید فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا ظفراحمد عثمانیؒ اپنی
مشہور کتاب (اعلاء السنن جزء۹ ص ۱۷۷) میں ان چھ روزوں کو مستحب قرار

دیتے ہوئے ایک باب "باب استحباب صيام ستة من الشوال" قائم
کر کے مذکورہ حدیث کو ذکر کیا سو عرض ہے کہ اس کے فوراً بعد علامہ
موصوف نے وفی الطحطاوی الست من شوال صومها مكروه
عندالامامؒ متفرقة اور متابعة لكن عامة المتاخرين لم يروا به بأسا"
یعنی طحطاوی میں ہے کہ شوال کے چھ روزے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے ہاں
متفرق اور متتابع دونوں طرح مکروہ ہیں اگرچہ متاخرین نے لاباس بہ کہا
ہے۔ اگر علامہ موصوف استحباب ہی کا فیصلہ جو بقول مولوی صاحب کے صحیح
حدیث کا مقتضاء ہے۔ تو اپنے امام سے مطلق کراہت کیوں نقل فرمائی ہے؟
معلوم ہوا کہ حضرت مولانا ظفراحمد صاحب کے اعلاء السنن سے امام ابوحنیفہؒ
کے ان روزوں کو مطلقاً مکروہ فرمانے کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ مولانا نے
اس مبحث کو بھی کراہت پر ختم فرمایا ہے "قلت الكراهة محمولة على
احتمال سوء العقيدة لئلا يظن أنها من الفرائض لا تصالها برمضان."
(اعلاء السنن جزء۹، ص ۱۵۳)

وللہ الحمد اولاً وآخرا.

محترم جناب مولوی صاحب زید علمہ نے معارف السنن کی عبارات
سے اپنے موقف پر استدلال فرمایا ہے اور اُن کی دورس نگاہیں صیغہ
تمریض پر پڑ گئیں کہ نسب فعل مجہول جب بھی وارد ہو تو اس سے تمریض
یعنی قول کا ضعف معلوم ہوتا ہے۔ مگر محترم نے اس عموم اور طرد پر کوئی
عقلی یا نقلی حوالہ پیش نہیں فرمایا ہے۔ اگر صیغہ مجہول کبھی قوت کے لئے آتا

ہی نہیں تو یہ محترم کا "جدید نحو" ہوگا۔

قرآن کریم سورۃ بقرہ دوسرے رکوع کا مطالعہ ضروری تھا۔ "واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض" اس سے پہلے ہماری گفتگو اس سلسلے میں تفصیلاً گذری ہے۔ کہ حضرت والا حضرت بنوریؒ نے بھی "ونقول علماء نامضطربة" یعنی ہمارے علماء احناف کے اقوال مضطرب ہیں۔ (معارف السنن ج۵، ص ۴۴۳) پر ارشاد فرمایا ہے۔

حضرت مولانا مرحوم نے امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ سے کراہت تسلیم فرمائی ہے۔ اور خود علماء احناف کے اقوال کو بھی مضطرب فرمایا ہے جیسا کہ واضح ہے۔ آگے استحباب کا قول تحریر الاقوال پر موقوف ہے جس پر تفصیلی کلام اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلے گذرا ہے۔ حضرت مولانا مرحوم کی مزید عبارتیں یعنی "تفریق وتتابع بالاتفاق لاداء اصل الفضيلة بای طریق کان بغیر کراھة" بھی تحریر الاقوال کا نتیجہ ہے۔ جیسا کہ امام ابو یوسفؒ کا قول بالتفریق نقل کر کے ردّالمحتار کے حوالے سے معلوم ہوا۔ جواب فتویٰ کے اخیر میں محترم نے الفقہ الاسلامی وادلتہ. دکتور وھبہ الزحیلی سے ان روزوں کا استحباب چاروں مذاھب کے علماء کے اتفاق کے ساتھ نقل کیا ہے مگر مولوی صاحب محترم ومکرم اس ناگہانی فتح میں مذاھب کا سارا سرمایۂ علم بھول بیٹھے بھلا موطا امام مالکؒ، البحر الرائق، اور المیزان، اور المنھل جیسی معتبر کتب کے ہوتے ہوئے جس میں امام مالکؒ کا منع اور امام ابو حنیفہؒ کی کراہت منقول ہے، کہ ہوتے ہوئے کسی محقق دکتور کی کتاب کے حوالہ

سے کیسے اتفاق واستحباب ثابت ہوتا ہے؟ مولوی صاحب محترم کو یہ خیال بھی نہ رہا کہ تحریر الاقوال اور ردّالمحتار جن کی عبارات پر جواب فتویٰ میں اعتماد کیا گیا تھا ان میں بھی مطلق کراہت کی نفی تھی نفس کراہت وہ بھی تسلیم فرما چکے ہیں تو دکتور کی "ادلہ" سے اچانک مذاھب اربعہ کے علماء کا اتفاق کیسے برآمد ہوا؟ ولنعم ما قال الشاعر العربی

ألا ان للحرب رجالا

ورجالا لقصعة وثريد

اس مفصل تحقیق اور جواب فتویٰ کی تنقیح کے بعد عام مسلمانوں کے فائدے کے لئے اس پوری بحث کا خلاصہ پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

(۱) شوال کے چھ روزے چونکہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ سے صحیح نقول کے مطابق مکروہ منقول ہیں اور زمانۂ حال میں عوام کا اعتقاد گزشتہ زمانوں کے مقابلے میں زیادہ دین دوری کا ہے اسلئے یہ روزے رکھنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہیں۔

(۲) انہیں مستحب سمجھنا متاخرین مشائخ حنفیہ یا دوسرے مذاھب کے لوگوں کا خیال ہے جبکہ مذھب حنفی امام ابو حنیفہؒ کے قول اور اجتہاد کو کہتے ہیں اسلئے امام صاحب کی پیروی ضروری ہے۔

(۳) یہ روزے نہ فرض ہیں اور نہ واجب بلکہ نہ سنت مؤکدہ اور نہ مستحب نہ مندوب اتفاقیہ ہیں اسلئے ان کا ترک مناسب اور اولیٰ ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ حافظ بدر العینی اور احمد قسطلانیؒ تینوں شراحِ بخاری نے شروح

ثلاثہ میں تصریح فرمائی ہے کہ اس قسم کے مستحب کے ترک کا ثواب اصلاح اور تبلیغ دین کی وجہ سے زیادہ ہے۔

"قد يترك الشيء المستحب لبيان الجواز ويكون في حقه افضل لمصلحة التبليغ" (فتح الباری ج۴ ص ۲۸۰، عمدۃ القاری ج۶، جزء ۱۱ ص ۱۰۶، ارشاد الساری ج۳ ص ۴۱۶)

(۴) شوال کا پہلا دن یعنی عید کا دن چھوڑ کر متفرق مہینے کے کسی حصے میں بھی یہ روزے رکھنا گو متاخرین حنفیہ کے قول کے مطابق مُباح اور بنیت حسنہ مستحب ہو سکتے تھے مگر احادیث کے قرنِ اوّل میں متروک و منکر ہونے کی وجہ سے اور آئمہ کبار کے انکار اور اقوالِ مشائخ کے اضطراب کے نتیجہ میں اس کا ترک زیادہ بہتر اور باعث ثواب ہے۔

حق تعالیٰ شانہ علماء دین کو احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی توفیق عطاء فرمائے۔ اور عوام کے ہاں میں ہاں ملانے کی عادت سے حق تعالیٰ شانہ حفاظت فرمائے۔

واللہ یقول الحق وهو يهدي السبيل.

............☆☆☆............

- جامعہ عربیہ احسن العلوم کے شعبہ نشر واشاعت (پرنٹ میڈیا) سے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب دامت برکاتہم کی حسبِ ذیل تصانیف دستیاب ہیں۔
- بدعتیوں کے درود کی شرعی حیثیت۔
- پیغام مسرت۔
- احسن العطر فی تحقیق الرکعتین بعد الوتر
- احسن المقال فی رد صیام ستة شوال۔
- احسن المسائل والفضائل (رمضان شریف کے احکامات)
- علاوہ ازیں دیگر کتب حسبِ ذیل ہیں۔
- تفسیر حسن بصری
- علماء حق پر علمائے سو کا بہتان عظیم
- دعوت فکر ونظر
- احسن التحقیقات
- فرقہ جماعت المسلمین تحقیق کے آئینے میں
- صرف سفید عمامہ سنت ہے۔
- غلمان انگریز
- النہر الفائق ۔۔۴۰ سال نایاب ہونے کے بعد منصۂ شہود پر آرہی ہے (زیر طبع)
- رضا خانی مذہب
- مبتدعین کے بارے میں دو ٹوک فتویٰ
- شیعہ مذہب کے چالیس مسائل۔

جامعہ عربیہ احسن العلوم کے شعبہ نشر واشاعت (الیکٹرونکس میڈیا) سے

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب مدظلہ العالی

کی حسب ذیل تقاریر دستیاب ہیں۔

دورہ تفسیر کے مکمل کیسٹس

جمعۃ المبارک کی تقاریر کے کیسٹس

جمعۃ المبارک کے بعد فقہی مجلس میں سوالات وجوابات کی نشست کی کیسٹس

۲۰۰ گھنٹے کے دورہ تفسیر کے بیانات صرف دو CD میں دستیاب ہیں۔

کمپیوٹر M.P.-3, CD

اس کتاب کی چند اہم ترین مباحث

- ☆ احسن المقال لکھنے کی وجہ
- ☆ مقدمہ مؤلف
- ☆ احادیث ستہ شوال
- ☆ سند اور متن پر کلام
- ☆ فقہاء حنفیہ
- ☆ تقاریظ علمائے کرام
- ☆ امام اعظم کے قول کی تشریح و تائید
- ☆ امام مالک کی مؤطا کا بیان
- ☆ مخالف تحریرات کا جائزہ
- ☆ معتبرات فتاویٰ

گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی پوسٹ بکس نمبر ۱۷۶۵۶